اِسلام میں
خواتِین کا سماجی کردار

پروفیسر ڈاکٹر محمد ناصر

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان

تعارف

زیرِنظر پمفلٹ ''اسلام میں خواتین کا سماجی کردار'' عصرِ حاضر کے اہم موضوعات میں سے ایک ہے۔ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ دینِ اسلام خواتین کے شخصی حقوق کے ساتھ انسانی اجتماع میں ان کے سماجی کردار کے حوالے سے کیا رہنمائی دیتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن و سنت، عہدِ نبوی ﷺ، دورِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، محقق علمائے اُمت اور تاریخِ اسلام کے مستند واقعات سے رہنمائی لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز یہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے کہ عصرِ حاضر میں یورپ کا اندازِ فکر اور طرزِ عمل خواتین کے حوالے سے کس نوعیت کا ہے اور متوازن رائے کیا ہے؟

پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن (اسلام آباد) نے مولانا محمد عباس شاد (لاہور) کی تجویز کے مطابق پمفلٹ میں پیش کیے گئے مواد کا جائزہ بڑی عرق ریزی سے لیا اور ضروری ترمیمات تجویز کیں۔ مطلوبہ مواد مہیا ہونے کے بعد پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن اعوان نے بہ طورِ خاص اپنی فقیہانہ بصیرت کے ساتھ دی گئی تفصیلات پر نہایت گہری نظر ڈالی اور مسودے کی بہتری کے لیے گراں قدر اور عمدہ تجاویز دیں۔ ان تینوں حضرات کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اُمید کرتا ہوں کہ قارئین اپنی قیمتی آرا سے ضرور نوازیں گے۔

محمد ناصر ناظم: شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان
3	حرفِ تعارف
5	حرفِ اوّل
9	خواتین کی سماجی حیثیت
9	قبل از اسلام خواتین کی سماجی حیثیت
9	عورت اور مذاہب عالم
10	عورت ''یہود'' کی نظر میں
11	عورت ''مسیحیت'' کی نظر میں
12	عورت قدیم یونان کی نظر میں
12	ازمنہ قدیم میں عورت
12	عورت قدیم روم کی نظر میں
12	عورت قدیم ہندوستان کی نظر میں
13	عورت اسلام کی نظر میں
19	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ
20	عائلی زندگی میں عورت کی حیثیت
25	ایک شبہ اوراس کا ازالہ
25	یورپین مفکرین کے اعتراض کا جائزہ
27	حواشی وحوالہ جات

www.rahimia.org

حرفِ اوّل

اسلام کی نظر میں انسان کی ممتاز حیثیت ہے اور بہ حیثیت انسان مرد وعورت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ ہر انسان کو مرد وعورت کے باہمی عقدِ نکاح سے وجود بخشا گیا ہے۔ اسی بنا پر اسلام عورت کو بھی مرد ہی کی طرح معاشرے کا مکمل طور پر جزو جانتا ہے۔ اور ان دونوں کو مساوی طور پر ایک دوسرے کا شریک تصور کرتا ہے۔ خواتین وحضرات پر ان کی فطری خصوصیات سے ہٹ کر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی کہ ہر صنف کی اپنی حیاتیاتی خصوصیات نہ صرف تسلیم شدہ ہیں، بلکہ ان کی پاس داری بھی ضروری ہے۔ اسلام کی نظر میں مرد وعورت کا فرق عمل کے اعتبار سے نہیں، بلکہ مقامِ عمل کے حوالے سے ہے۔ اسلام نے خواتین کو انسانی معاشرے کا کامل جزو قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کو بے جا قید وبند سے آزاد کیا۔ عورت کو بھی مرد کی طرح خاندان کی تشکیل وارتقا میں برابر کا حصہ دار قرار دیا۔ اس کو جائز اور خوش حال عائلی زندگی اختیار کرنے کی مکمل آزادی عطا کی اور مرد کے بے جا تسلط اور جابرانہ محکومیت سے آزادی بخشی ارشادِ خداوندی ہے:

تم مرد اس اَمر کے جواب دہ نہیں کہ خواتین حدودِ فطرت میں رہ کر اپنے جو اُمور بھی انجام دیں۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۴)

خاندانی نظام کے تقسیمِ کار کے اصول کے تحت اگرچہ عورت جسمانی طور پر زیادہ تر گھر کے دائرے میں رہتی ہے (جو سماج کی ایک اہم اور بنیادی وحدت) مگر ذہنی اور قلبی طور پر وہ اس مرد کی شریک کار ہوتی ہے جو گھر کے دائرے سے باہر کے کام انجام دیتا ہے۔

عورت؛ جیسے گھر کے کاموں کی خود نگراں ہوتی ہے، اسی طرح بیرون خانہ اُمور سے وہ براہِ راست یا بالواسطہ واقف رہتی ہے۔ یوں مرد کی طرح عورت کا تعلق بھی زندگی کی تمام سماجی سرگرمیوں سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ سے باہر سفر کے

دوران اکثر معمول رہتا کہ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو ہم راہ رکھتے اور اس مقصد کے لیے اپنی صواب دید سے فیصلہ کرنے کی بجائے قرعہ اندازی کا عمل اختیار کرتے اور صاحبِ قرعہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا ہم رکاب ہوتیں۔ یوں ازواج مطہرات، بیرون خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی، سیاسی اور عسکری مصروفیات میں معاون بنتی تھیں جو اس اَمر کی ایک واضح علامت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو گھر سے باہر کے سماجی معاملات سے واقفیت کا بھرپور اہتمام رکھتے تھے۔ چناں چہ اُمہات المومنین سماجی اُمور کی نہ صرف سوجھ بوجھ رکھتی تھیں، بلکہ ان میں رہنمائی کی صلاحیت سے بھی مالا مال تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار جنگی مہمات جن کو غزوات کہا جاتا ہے، میں بھی ازواج مطہرات کو ہم راہ رکھا، مثلاً سن ۵ ہجری میں احکام حجاب کے نزول کے باوجود سن ۶ ہجری میں بنی مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہم راہ تھیں۔ حدیبیہ کے سفر میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا رفیقِ سفر تھیں اور ان کے مشورہ پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اونٹ قربان کر کے اپنے سر کے بال منڈوا کر احرام کھولا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی سے آپ کی اقتدا کی جو قبل ازیں آپ کے ارشاد پر توجہ نہیں دے پا رہے تھے۔ اسی طرح سن ۸ ہجری میں طائف کے غزوہ میں حضرت اُم سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما آپ کی شریکِ سفر تھیں۔

علاوہ ازیں نظریں پست رکھنے اور پردہ کے قرآنی احکام بھی اس اَمر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ خواتین کو بیرونِ خانہ ضروری سرگرمیوں کی اجازت ہے۔ اسی لیے اس کے مناسب طریق کار کی نشان دہی کی گئی تا کہ معاشرتی پاکیزگی کا اہتمام رہے۔ چناں چہ خواتین کے لیے زمانۂ جاہلیت کی طرح عیاں ہو کر نکلنے (تبرج جاہلیت) اور بدن نظر آنے والے باریک لباس پہننے اور مردوں کو متوجہ کرنے والی خوش بُو کے استعمال کرنے کی ممانعت کے شرعی احکام، بیرونِ خانہ عورت کی سرگرمیوں کے اصول وضوابط کا تعین کرتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی آئی تھی کہ خواتین کو اپنی ضروریات و حاجات کی خاطر گھروں سے باہر جانے کی

www.rahmia.org

اجازت ہے۔ چناں چہ عہدِ نبوی میں خواتین سماجی تقاضوں کے تحت گھر سے باہر جایا کرتی تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی خواتین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ انصار کی خواتین خوب ہیں کہ دین کی بصیرت کے حصول میں روایتی شرم وحیا ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی۔ چناں چہ خواتین دینی شعور کے حصول کے لیے علمی مجالس میں شریک ہوتی تھیں جو عام طور پر مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے عہد میں جنگِ صفین کے بعد تحکیم کے موقع پر ایک متشدد انتہاپسند مذہبی گروہ نے آپ سے اختلاف کرتے ہوئے علاحدگی اختیار کرلی اور آمادہ فساد ہوا جو تاریخ میں ''خوارج'' کے نام سے معروف ہے۔ اس گروہ کے سربراہ نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو چند سوالات پر مشتمل ایک خط ارسال کیا تھا، جس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ خواتین کو غزوات میں لے جاتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس اَمر کی تصدیق کی کہ آپ ﷺ خواتین کو ساتھ لے جاتے تھے اور وہ زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں۔

زیرِنظر مضمون میں ولی اللّٰہی عالمِ دین اور سماجی علوم کے صاحبِ بصیرت سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد ناصر نے تاریخی تناظر میں خواتین کی سماجی حیثیت کو زیر بحث لانے کے بعد عہد نبوی میں سماج کی اسلامی تشکیل میں اس دور کی خواتین کی سماجی سرگرمیوں کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی ہے اور اس اَمر کی اہمیت اُجاگر کی ہے کہ آج جب معاشرے کی تشکیلِ نو کی جدوجہد وُسعت پذیر ہوکر اپنے حتمی مرحلے کی جانب رواں دواں ہے۔ خواتین کے دعوتی و تربیتی کردار کو کسی صورت نظرانداز کرنا' روحِ شریعت کے منافی ہوگا۔ اُمید ہے کہ خواتین وحضرات مطالعہ کے ذریعے نہ صرف اپنے شعوری دریچے وا کریں گے، بلکہ دینی شعور کی اساس پر ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں اپنے عمل کو بھی مہمیز دیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
چیئرمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

www.rahimia.org

حصہ اوّل

www.rahimia.org

خواتین کی سماجی حیثیت

قبل از اسلام خواتین کی سماجی حیثیت

سماج میں عورت کی حیثیت اور کردار کا تعین تاریخ انسانی میں ہمیشہ سے ہی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اسلام سے قبل عورت کا مقام درست طور پر متعین کرنا بہت مشکل ہے، کیوں کہ اس دور میں متضاد قسم کے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں، ایک طرف قبل از اسلام عربوں کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت خاندان اور قبیلے میں کافی اثر رکھتی تھی۔ قبیلوں کے درمیان جنگ کی حالت میں اس کی رائے اور مشورے کو مناسب اہمیت دی جاتی تھی اور خیمہ کے اندر تو وہ پورے طور پر حاکمانہ اقتدار کی مالک تھی اور دوسری طرف یہ حالت تھی کہ بسا اوقات لڑکی کی پیدائش کو عار کا باعث خیال کیا جاتا تھا۔ عورت کو کبھی تو بعض معاشروں میں دیومالائی (دیوتا کی) حیثیت کے ساتھ نمایاں مقام حاصل رہا اور کبھی اسے معاشروں کے تاریک اور اندھے کنویں میں گرا دیا گیا، اس حوالے سے جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دونوں قسم کے واقعات تاریخ میں ملتے ہیں۔

مؤرخین عورت کے حوالے سے تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک مادرانہ یا مادرسری نظام اور دوسرا پدرانہ معاشرہ۔ یعنی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا گزرا ہے، جس میں عورت کو مرد پر بالادستی اور معاشرے میں ممتاز مقام حاصل تھا اور دوسرا دور وہ ہے جس میں مرد کو عورت پر بالادستی حاصل ہوگئی۔ (1)

عورت اور مذاہب عالم

تمام آسمانی مذاہب کی حقیقی اور اصل تعلیمات میں تمام انسانی حقوق کا مکمل خیال رکھا گیا تھا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (2)

(ہم نے اپنے رسول نشانیاں دے کر بھیجے ہیں اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو اُتارا تاکہ لوگ انصاف پر سیدھے رہیں۔)

یہ آیت مبارکہ انبیا علیہم السلام کی مشترکہ دعوت کے اصول بیان کررہی ہے۔ اس بنا پر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے دیگر انسانی حقوق کے ساتھ خواتین کے انسانی حقوق کو بھی بیان کیا۔ اس بابت قرآن حکیم کے بعض واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے خواتین کے معاملات میں صنفی تفریق کا رویہ نہیں اپنایا۔ چناں چہ یمن کی ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام عدل قائم کرنے کا تو کہتے ہیں، لیکن اس کے عورت ہونے کے ناطے سے کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھتے۔ اسی طرح قرآن کے بیان کے مطابق فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسن سلوک کرتی ہیں تو قرآن نے اسے تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور ان کو اہل ایمان کے لیے مثال قرار دیا۔ حضرت مریمؑ اور ان کی والدہ کا تذکرہ بھی ان کی دینی اور سماجی خدمات کی وَجہ سے قرآن نے اسے مثالی واقعہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان واقعات سے خواتین کے بارے میں انبیائے کرام علیہم السلام کی سوچ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر چوں کہ تمام انبیا علیہم السلام کی اُمتوں نے ان کے بعد اپنے اپنے مذاہب میں بگاڑ پیدا کر دیا۔ اس لیے قدیم معاشروں میں فرسودہ اور مسخ شدہ مذاہب کا عورت کے بارے میں رویہ بھی کم و بیش وہی تھا جو اوپر ذکر ہوا۔

عورت ''یہود'' کی نظر میں

یہودیت میں ایسے فرقے موجود رہے ہیں جو عورتوں سے دور رہتے تھے۔ اور ان کی آبادیاں صرف مردوں کے لیے مخصوص تھیں۔ یہودیوں نے شادی بیاہ کے جو اصول بتائے تھے، ان میں سے اہم یہ تھے:

ا۔ غیر یہودیوں سے شادی ممنوع۔

۲۔مخصوص حالات میں عورتوں کو علاحدہ رکھنا۔

۳۔ایک سے زیادہ شادی کرنا برا ہے۔

عورتوں کے لیے ایک یہودی ربی (عالم) کا کہنا تھا کہ:

''عورت کو خاموشی سے خدمت گزاری سیکھنا چاہیے، اسے پڑھانا نہیں چاہیے۔ اس کی مغفرت صرف اس میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرے۔''(3)

عورت ''مسیحیت'' کی نظر میں

یہودیت کی طرح یہی صورتِ حال مسخ شدہ عیسائیت میں رہی۔ عیسائیت نے ایک زمانے تک عورت پر یہ کہہ کر مظالم (ظلم) ڈھائے کہ جادوگری کا اصل محور عورت ہے۔ چناں چہ یورپ میں جادوگرنیوں کی آڑ میں عورت کے خلاف زبردست مہم چلائی گئی اور دلیل یہ دی گئی کہ شیطان جب انسانی شکل اختیار کرتا ہے تو بوجوہ وہ ایک مکمل انسان نہیں بن سکتا، بلکہ اس میں کئی کمزوریاں اور انسانی نقائص ہوتے ہیں تو انسانوں میں اس کی شبیہ (شکل) یہ عورت ہی ہوسکتی ہے کوئی اور نہیں۔ گویا عورت اور شیطان ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ یورپ میں جادوگرنیوں کے خلاف مہم نے سماجی افکار اور مفکرین پر اتنے گہرے اثرات ڈالے کہ شاعروں اور ادیبوں نے اسے موضوعِ سخن بنایا۔ چرچ کے اس غلط کردار کی وَجہ سے انسانی معاشرے کے ایک اہم حصے کو عضو معطل (بے کار) بنا دیا گیا۔ عورت کو کڑی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ قیدِ تنہائی اور پھانسی کے پھندے پر جھولنا پڑا۔ یوں ہر معاملے میں عورت کو کم تر درجہ دیا گیا۔ کرنتھیوں کے نام ''پولس رسول'' کے پہلے خط میں درج ہے:

''پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے''۔ (4)

اسی طرح عیسائیت نے عورت کے بارے میں یہ غلط عقیدہ بنالیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے کی ذمے دار تھی۔ عیسائیت میں عورتوں کو ''بہکانے والی'' کی نظر سے دیکھا گیا جو کہ آدم کے ہبوط (جنت سے نکالے جانے) کی ذمہ دار تھی

اور وہ انسانیت میں دوسرے درجے کی حیثیت رکھتی تھی۔ (5)

عورت قدیم یونان کی نظر میں

قدیم یونان کے حالات کے بارے میں ہمیں یہ معلومات فراہم ہوتی ہیں:

''عورت کا مرتبہ اتنا گرا دیا گیا تھا کہ اس کی حیثیت بچہ پالنے والی غلام کی سی ہوکر رہ گئی تھی۔ عورتوں کو ان کے گھروں میں بند کردیا گیا تھا۔ وہ تعلیم سے محروم تھیں۔ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ ان کے شوہر ان کو بس گھر کے سامانوں میں سے ایک سامان سمجھتے تھے۔'' (6)

ازمنہ قدیم میں عورت

ازمنہ قدیم میں عورت کے ساتھ ناروا سلوک کی وَجہ عموماً وہی تھی جو دیگر اُمور میں قدیم انسان کے یہاں پائی جاتی ہے اور وہ ہے ''توہماتی عقائد''۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قدیم زمانے میں ہر معاملے میں انسان نے کوئی نہ کوئی بے بنیاد عقیدہ قائم کرلیا تھا۔ یہی بے بنیاد عقائد ان قدیم لوگوں کے لیے مذہب کی حیثیت رکھتے تھے اور انھوں نے سارے انسانی تعلقات اور معاملات کو غلط رُخ دے رکھا تھا۔ ان کے گم راہ کن عقائد کا شکار عورت بھی ہوتی تھی، مثلاً قدیم یونانیوں نے عورت کے بارے میں عجیب وغریب طور پر یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ اس کے مونہہ میں کم دانت ہوتے ہیں۔ (7)

عورت قدیم روم کی نظر میں

قدیم یونان سے ملتی جلتی حالت قدیم روم میں بھی تھی۔

قدیم روم میں ایک عورت کی قانونی حیثیت کامل محکومی تھی، اولاً وہ اپنے باپ یا بھائی کی محکوم ہوتی تھی اور بعد کو اپنے شوہر کی۔ شوہر کو اپنی بیوی کے اوپر پدرانہ اختیار حاصل ہوتا تھا۔ قانون کی نظر میں عورت ضعیف العقل شمار ہوتی تھی۔ (8)

عورت قدیم ہندوستان کی نظر میں

دہلی ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس مسٹر راجندر سچر نے اسلام کو عورت کے

حقوق کا لحاظ کرنے والا دین قرار دیتے ہوئے ہندوستان کے حوالے سے کہا:

''تاریخی طور پر اسلام عورتوں کو جائداد کے حقوق دینے میں بہت زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے، یہ حقیقت ہے کہ 1956ء میں ''ہندو کوڈ'' بل بننے سے پہلے ہندو عورتوں کا جائداد میں کوئی حصہ نہ تھا۔ جب کہ اسلام مسلم عورتوں کو یہ حقوق 14 سو سال پہلے دے چکا تھا۔''(9)

مذکورہ تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قبل از اسلام پوری دنیا میں عورت کی حیثیت کا تعین افراط و تفریط کا شکار رہا ہے۔ اس حوالے سے تمام ادوار میں شدید غلطیاں کی گئیں۔ آسمانی مذاہب کے ماننے والوں نے بھی اپنی اصل تعلیمات کو نظرانداز کر کے عورت کو ظلم کا نشانہ بنایا۔

عورت اسلام کی نظر میں

اسلام دین فطرت ہونے کی بنا پر سماجی زندگی کے لیے ایسے اصول دیتا ہے جو چند افراد، گروہ اور مخصوص طبقات کی بالادستی کی بجائے بلاتفریق تمام انسانوں کی عزت، ان کے جائز مقام اور بنیادی حقوق میں سب کے لیے یکساں ہیں۔

سماجی زندگی میں ''خاندان'' ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اکائی میں مرد اور عورت ایک نوع (انسان) کی دو مختلف اصناف ہیں۔ اور ہر صنف دوسرے کے تعاون کے بغیر زندگی کے جملہ تقاضے پورے نہیں کر سکتی اور نہ ہی دونوں ایک دوسرے کے بغیر حقیقی زندگی کے مسائل کا کماحقّہٗ ادراک اور ان کا حل نکال سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو مجرد (بغیر بیوی/ خاوند کے) زندگی گزارتے ہیں یا نکاح کے بعد اولاد کی نعمت سے مالامال ہونے کے بعد مرد یا عورت میں سے کسی ایک کا انتقال دوسرے کے لیے جو مسائل کا طوفان اُٹھاتا ہے۔ اس تلخی کا اندازہ اس صورتِ حال سے دوچار ہونے والے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لٰہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب ہوگا کہ جس ضرورت کے تحت مرد و عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں، اولاد ہونے کے بعد ایک دوسرے کی مدد کے اور زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں۔ اب صرف دو انسانوں کی زندگی کی آسائش و راحت کا ہی مسئلہ نہیں، بلکہ دیگر انسانوں کی زندگی

www.rahimia.org

ان کی بقا، تعلیم و تربیت، ترقی اور راحت کے سوالات بھی اپنا جواب طلب کرتے ہیں۔ عملی زندگی کے حقیقی مسائل سے آگاہ لوگ اس تبدیلی کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔

یہاں یہ فرق ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ طبعی اور فطری فرق کی وَجہ سے مرد وعورت دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے۔ یہی فرق ان دونوں کے الگ الگ حقوق و فرائض کے تعین کا باعث بنتا ہے۔ اس بنا پر دو مختلف اصناف ہونے کی حیثیت سے جو معقول فرق ان کے درمیان ہوسکتا ہے، اسلام صرف اس کو قبول کرتا ہے۔ اس فطری فرق کے علاوہ مرد و عورت کے درمیان تمام امتیازات کو ختم کرکے اسلام دونوں کو صحت مند معاشرے کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ اس طرح کہ ہر صنف اپنی منفرد حیثیت اور صلاحیت کا بھرپور استعمال کرکے معاشرے کی بنیادی اکائی کو مضبوط و مستحکم کرے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ اپنے دستے بھیجتا ہے، تاکہ لوگوں میں فتنہ و فساد برپا کریں۔ پھر ان میں سے مرتبے کے لحاظ سے اس کے زیادہ قریب وہ (شیطان) ہوتا ہے۔ جو سب سے بڑا فتنہ وفساد برپا کرنے والا ہو۔ ان میں سے ہر ایک (شیطان) آتا ہے۔ پھر کہتا ہے میں نے (فلاں کو گم راہ) اس اس طرح کیا۔ وہ (ابلیس) کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ان (شیطانوں میں سے) ایک آتا ہے۔ پس! کہتا ہے میں نے اس (مرد) کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اس کے (خاوند) اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کردی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ (ابلیس) اس (شیطان) کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو اچھا ہے۔ (تو نے اصل کام کیا۔)''(10)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے میں فساد پھیلانے کے لیے شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار مرد وعورت کے رشتہ کو خراب کرنا ہے، تاکہ پورا معاشرہ اس کے نتیجے میں فساد زدہ ہوجائے۔ کیوں کہ مرد وعورت کا رشتۂ نکاح معاشرے کی بنیادی اکائی اور اساس ہے۔ شیطان کی اس نقصان دہ حرکت سے ہوشیار رہنے اور اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

فاتقوا الله فی النساء (11)

(عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔)

اسلامی معاشرے میں گھریلو زندگی کے اندر ماں کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی اور حدیث مبارکہ میں اس کو خدمت کا سب سے زیادہ حق دار قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الجنة تحت رجليها. (12)

(جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔)

ایک مومن کے ایمان، عبادات اور تمام معاملات کا اصل مقصود رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے اور رضائے الٰہی کا مقام جنت ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں جنت کو ماں کے قدموں تلے بتایا گیا ہے۔ یہ اس لیے کہ ماں اپنی جان کو تکلیف اور خطرے میں ڈال کر بچے کو جنم دیتی ہے۔ اور پھر اپنے آرام و آسائش کو قربان کر کے بچے کی پرورش کرتی ہے، یہاں تک کہ اس کی خوشی و غمی اس معصوم بچے سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ تو یہ بچہ بڑا ہو کر اگر اپنی ماں کی خدمت اور احسان مندی کا ثبوت دیتا ہے تو اس سے دیگر اخلاقِ عالیہ کے ظہور کی ایک مضبوط اساس بن جاتی ہے اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کا یہ خلق (احسان مندی) اگر برقرار رہا تو وہ مطلوبہ اخلاق جن کی وجہ سے انسان جنت میں داخل ہوتا ہے، اس بچے میں پیدا ہوں گے۔ غور کیجیے کہ حضور ﷺ انسان کی اس بلند ہمتی اور کردار کی عظمت کی بنیاد ماں کی خدمت کو بتا رہے ہیں۔

اسلام مرد و عورت کے رشتہ کو صحیح خطوط پر اس لیے قائم کرنا چاہتا ہے کہ خاندان سماج کی تشکیل کی بنیادی اکائی ہے، یہ مختلف اکائیاں مل کر سماج کو تشکیل دیتی ہیں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ان مختلف اکائیوں کے اجتماع سے تشکیل پانے والا معاشرہ تمام آلائشوں سے پاک ہو۔ اس لیے قرآن نے مرد و عورت کے باہمی تعلق کی مختلف نوعیّتوں اور حالات کو بہتر بنانے کے لیے سو سے زائد مقامات پر راہ نمائی کی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس عمرانی معاہدے کے حوالے سے تفصیلی ہدایات ملتی ہیں۔ مرد و عورت کا رشتہ طے پانے، نکاح، عائلی مسائل، اس رشتہ کے نتیجہ میں قائم ہونے والے دیگر رشتے اور

www.rahimia.org

خدانخواستہ اگر یہ رشتہ بوجوہ ختم کیے جانے کے قابل ٹھہرتا ہے تو طلاق اور اس کے بعد کے جملہ مسائل کا حل ہمیں احادیث میں ملتا ہے، جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے ہاں اس رشتہ کی کیا اہمیت ہے۔

اسلام سے قبل عورت کو محض ایک مال اور سامان کی حیثیت دی جاتی تھی۔ اس پر ہونے والے ظلم و زیادتی کا سوال انصاف کے ترازو کے پلڑوں میں وزن کیے جانے کی چیز نہ تھی۔ اگر عورت کو انسان کی حیثیت دی بھی جاتی تو ایک خادمہ اور غلام سے زیادہ اس کی حیثیت نہ تھی۔ وہ قانونی ملکیت سے قطعی طور پر محروم تھی، بعض حالات میں تو غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا، لیکن اسلام نے آکر اعتدال کی راہ اختیار کی اور تسلیم کروایا کہ عورت انسان ہے۔ انسانیت کی صف میں مرد و عورت دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (13)

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی (نفس) سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا۔)

یعنی مرد و عورت کی تخلیق کا چوں کہ ایک ہی مرکز ہے، اس بنا پر یہ دونوں درجہ انسانیت میں برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔ اسی مضمون کو ایک حدیث یوں بیان کرتی ہے:

ان النساء شقائق الرجال. (14)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: بلاشبہ عورتیں "حقوقِ انسانیت میں" مردوں کے برابر ہیں۔

جب مرد اور عورت انسانیت کے لحاظ سے برابر ہیں تو انسانی حقوق میں بھی دونوں یکساں ہیں اور مرد کے مقابلہ میں عورت اس (انسانی) سلسلہ میں کم تر نہیں۔ جس اصول پر مرد کے حقوق و فرائض ہیں، اسی اصول پر عورت کے بھی حقوق و فرائض ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (15)

(اور عورتوں کے لیے بھی اسی طرح مردوں پر حقوق ہیں، جس طرح دستور کے

www.rahimia.org

موافق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں۔)

خطبہ حجۃ الوداع مطالعہ سیرت اوردین اسلام کے سماجی تصورات کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس خطبہ کا بیشتر حصہ اہم سماجی اُمور کو بیان کرتا ہے۔حضور ﷺ نے اپنی زندگی مبارک کے آخری ایام میں دوران حج مختلف مواقع پر امت کو بنیادی اُمور کی طرف متوجہ کیا۔یوں یہ خطبہ انبیائے کرام علیہم السلام اور حضور ﷺ کے دین کا خلاصہ اور حاصل ہے۔اس خطبہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"الا ان لکم علی نساء کم حقا ولنساء کم علیکم حقا." (16)

(آگاہ رہو بلاشبہ تمھارے حقوق تمھاری عورتوں پر ہیں اور اسی طرح تمھاری عورتوں کے حقوق تم پر ہیں۔)

دورِجاہلیت یعنی قبل از اسلام اور اسلام کے بعد کے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا فی الجاھلیة لا نعد النساء شیاً فلما جاء الاسلام و ذکر ھن اللہ رأینا لھن بذالک علینا حقا." (17)

(جہالت کے زمانہ میں' ہم عورتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے، پھر جب اسلام آیا اور اللہ نے (عورتوں کے حقوق) ذکر کیے تب ہمیں معلوم ہوا کہ ان عورتوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔)

قرآن میں کئی مقامات پرصرف مردوں کومخاطب کیا گیا ہے، اس سے یہ شبہ گزرتا تھا کہ احکام اوربعض اعمال کے نتائج کے حوالے سے مرد وعورت میں فرق ہے، یعنی عبادت یا کسی قربانی کا جو ثمر مرد کو ملے گا، عورت کو نہ ملے گا تو اس شبہ کا تذکرہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے رحمت دو عالم ﷺ سے کیا، عرض کرتی ہیں:

"یا رسول اللہ لا اسمع اللہ ذکر النساء فی الھجرة (او فی القرآن)" (18)

(اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ماجرا ہے کہ میں اللہ کا کلام سنتی ہوں، جن میں ہجرت کے تذکرے ہیں، ان میں عورتوں کا ذکرنہیں ملتا (ایک روایت میں ہے کہ مردوں کا ذکرقرآن میں ہے عورتوں کا نہیں۔)

www.rahimia.org

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی. (19)

(کسی عمل کرنے والے کا عمل میں ضائع نہ کروں گا وہ مرد ہو خواہ عورت۔)

اسی مضمون کی ایک آیت یہ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ ؕ (20)

(مرد جیسا عمل کریں گے ویسا پھل ان کو ملے گا اور عورتیں جیسا عمل کریں گی ویسا ہی پھل ان کو ملے گا۔)

دونوں کو قصاص میں برابر کرتے ہوئے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"ان الرجل یقتل بالمرأة" (21)

(مقتول عورت کے بدلے میں قاتل مرد کو (قصاص کے تحت) قتل کیا جائے گا۔)

عورت کے خون کو اس قدر قیمتی قرار دیا گیا کہ ایک موقع پر ایک عورت کے قتل میں شریک کئی اشخاص کو حضرت عمرؓ نے بطور قصاص کے قتل کیا۔ (22)

یہ تو وہ آیات واحادیث تھیں، جو عمومی قاعدے اور ضابطے متعین کرتی ہیں، جن سے ایک اصولی تصور (Concept) واضح ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے میں اسلام خواتین کا کیا مقام متعین کرتا ہے۔ اب تک زیر بحث آنے والی آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام کا نقطۂ نگاہ قبل از اسلام کی حالت سے مختلف ہے، اور عورت کے ساتھ موجودہ جبر والے معاملے کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں، یہ رویہ چند ناسمجھ، روحِ دین سے بے بہرہ، تنگ نظر اور تشدد پسند لوگوں کی سوچ کا شاخسانہ ہے۔ اسلام کا دامن اس جبر و ناانصافی سے پاک ہے۔

ذیل میں اب اسلامی تعلیمات کے اس حصہ کا مطالعہ کرتے ہیں، جن میں خصوصیت کے ساتھ معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت و مقام کو نمایاں کیا گیا ہے۔

سماج کے لیے اجتماعی خدمت سر انجام دینے والے مردوں اور عورتوں کے حوالے سے پچھلے صفحہ پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا والی مذکور حدیث اساس کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں مرد و عورت کے عمل کی قدر و قیمت کے تعین میں قرآن و حدیث میں یکجا ذکر ملتا

ہے، جس سے مرد وعورت کے درمیان غیر منصفانہ امتیاز کی نفی ہوتی ہے، اس کے علاوہ متعدد مقامات ایسے ہیں، جہاں عورت کے اجتماعی کردار کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اعترافِ خدمات کے بارے میں ایک حدیث ہے۔ ایک موقع پر اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کے جواب میں کہ ''اللہ نے آپ کو خدیجہ سے بہتر بیوی دے دی ہے۔'' آپ ﷺ نے انتہائی غصہ کے عالم میں فرمایا: اس حال میں کہ آپ ﷺ کے بدن مبارک کے بال کھڑے تھے، فرمایا:

> نہیں! اللہ نے خدیجہ سے بہتر کوئی بیوی مجھے نہیں دی، وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی، جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنے مال سے میری مدد کی جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد دی۔'' (23)

اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور ﷺ سے کہا کہ: خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پروردگار اور میری طرف سے سلام کہہ دیں اور انھیں جنت کی بشارت دے دیں۔ (24)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گھر میں جب کبھی حضور ﷺ بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ خدیجہ کی سہیلیوں کو گوشت بھیج دو۔ (25)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اس مضمون کی کئی احادیث ہیں، یہ سب تذکرے اور ان کی عظمت کا بیان دراصل ان کی ان قربانیوں اور خدمات کا اعتراف ہے، جو انھوں نے حضور ﷺ کی معاونت میں انجام دیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:

''یا عائشہ ھذا جبریل علیہ السلام یقرئک السلام فقلت وعلیہ

السلام ورحمة الله وبركاتهٗ.'' (26)

(اے عائشہ رضی اللہ عنہا جبریل علیہ السلام تمھیں سلام کہہ رہے ہیں، تو میں نے جواباً انھیں سلام کہا۔)

ایک خاتون کو ''امام الملائکہ'' کا سلام کہنا غیر معمولی بات ہے۔ اس اکرام اور اعزاز کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ خدمات ہیں، جو آپ نے دین اسلام کی ترقی کے لیے سرانجام دیں۔ چوں کہ حضرت عائشہؓ کی دینی، علمی اور سماجی خدمات دیگر اَزواج کی نسبت نمایاں اور زیادہ ہیں، اس بنا پر ان کی حوصلہ افزائی اور اعترافِ خدمات کے عوض انھیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔

عائلی زندگی میں عورت کی حیثیت

انسانی سماج کا ایک اہم حصہ عائلی نظامِ حیات ہے، حقیقت یہ ہے کہ تمام انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی داغ بیل یہیں پڑتی ہے، یہی وہ گوشۂ زندگی ہے۔ جہاں عورت کی حیثیت کا درست تعین ہوتا ہے، اگر اس دائرۂ زندگی میں عدل و انصاف قائم ہوجائے تو سارے سماج کی عمارت کو عدل و انصاف کے اصولوں پر استوار کرنے کے مواقع میسر آسکتے ہیں۔

گھریلو زندگی میں عورت کی حیثیت کے درست تعین کے حوالے سے جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں، تو نکاح اور عائلی حقوق میں مردوعورت میں کوئی فرق نہیں کیا گیا، بلکہ جو حقوق مرد کو حاصل ہیں، وہ تمام انسانی حقوق عورت کو بھی حاصل ہیں۔ نہ صرف یہ کہ نکاح، نان ونفقہ، حقوقِ اولاد اور (بوجوہ) طلاق کی صورت اور دیگر تمام اُمور میں عورت کے حقوق، احساسات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ اسے مکمل عزت و وقار عطا کیا گیا اور اس اَمر میں دونوں کو یکساں طور پر پیش کیا گیا۔ چناں چہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط (28)

(وہ عورتیں تمھاری لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔)

لباس جہاں انسان کے جسم کی حفاظت اور راحت کا ذریعہ ہے، وہیں اس کے عزت و وقار کا باعث ہے۔ اگر کوئی انسان کسی وَجہ سے لباس سے محروم ہوجائے تو اسے سماج میں بہت معیوب اور اس انسان کو قابل رحم سمجھا جاتا ہے، مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر قرآن نے دونوں کو درجہ انسانیت میں یکساں مقام دیا ہے، یہ اعزاز جو اسلام نے عورت کو دیا ہے تاریخ میں ہمیں کہیں نہیں ملتا، یوں تو اس اَمر (درجۂ انسانیت) میں دونوں یکساں ہیں، لیکن اسلام نے گھریلو زندگی میں عورت کو مزید شرف عطا کیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا: میری خدمت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں، صحابی نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری ماں، صحابی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری ماں، صحابی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا پھر کون؟ تو فرمایا: پھر تمھارا باپ۔ (29)

اس اضافی احترام کا سبب قرآنِ حکیم نے اولاد کے لیے ماں کی بے پناہ قربانیاں۔ بیان کیا ہے (30)

نبی اکرم ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ بہت نرمی اور محبت والا معاملہ کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کی عائلی زندگی بہت فطری اور اُنس و محبت کو لیے ہوئے تھی، نبی اکرم ﷺ عائلی زندگی سے متعلق متعدد احادیث میں اصولی رہنمائی دیتے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی.“ (31)

(تم (مردوں) میں سے بہترین وہ مرد ہے جو اپنے بیوی و بچوں کے حق میں بہتر ہے اور میں خود اپنے بیوی بچوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔)

مرد کی زندگی میں پاک باز عورت کے وجود کو ایک نعمتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”الدنیا کلھا متاع و خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ.“ (32)

(دنیا تمام کی تمام نفع بخش ہے اور دنیا کے اُمور میں سب سے زیادہ نفع بخش نیک عورت ہے۔)

ایک دوسری روایت میں ہے:

"انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شیء افضل من المرأة الصالحة." (33)

(بلاشبہ ساری دنیا نفع بخش ہے اور دنیا کے نفع بخش اُمور میں نیک عورت سے زیادہ بہتر کوئی نہیں ہے۔)

انسانی زندگی میں صالحہ عورت کی اہمیت ایک اور حدیث سے ہوتی ہے، وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں، لیکن سماج کے اجتماعی مفاد میں اسے خرچ کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں، ان کے بارے میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے حضورؐ سے سوال کیا:

"لو علمنا ای المال خیر فنتخذه." (34)

(اگر ہم یہ جانتے کہ کونسا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو لیتے۔)

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"افضله لسان ذاکر و قلب شاکر وزوجة مؤمنة تعینه علی ایمانه." (35)

(سب سے افضل چیز اللہ کو یاد کرنے والی زبان، اللہ کا شکر کرنے والا دل اور ایسی مومنہ عورت ہے، جو اپنے خاوند کے ایمان (غلبۂ دین کے نظریہ) کی ترویج و اشاعت میں اس کی مدد کرے۔)

مذکورہ حدیث سے ایک حقیقت یہ بھی کھلتی ہے کہ عورت کی حقیقی خوبی یہ ہے کہ وہ دینی اور اجتماعی ذمے داریوں کو نبھانے میں اپنے خاوند کی معاون و مددگار ہو۔ چناں چہ ازواجِ مطہرات کو قرآن حکیم مخاطب کر کے کہتا ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ (36)

(اللہ کی طرف سے نازل کردہ ان آیات اور حکمت کی باتوں کا چرچہ اور تذکرہ کیا کرو، جو تمھارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔)

اس قاعدہ اور ضابطہ کو ہر مرد اور عورت کے لیے حضور ﷺ نے لازمی قرار دے دیا اور مرد کی طرح عورت کو بھی ذمہ دارانہ رویہ اپنانے کا پابند کیا، چناں چہ ارشادِ نبویؐ ہے:

"والمرأة راعية علی بيت زوجها وولده فكلم راع و كلكم مسئول عن

رعيته." (37)

(اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری اور ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔)

یعنی یہ کہ خاوند کے گھر، مال و متاع کی حفاظت کے ساتھ بچوں کی درست تعلیم و تربیت کے لیے بیوی نے کس حد تک ذمہ داری نبھائی۔ یوں آپ ﷺ کے گھریلو اُمور میں اسے ذمہ دارانہ رویہ اپنانے کا حکم دیا اور گھریلو اُمور میں اس پر اعتماد کا اظہار کیا، ظاہر ہے ذمہ داری کی تفویض اعتماد کے بغیر نہیں ہوتی، نیز اس حدیث مبارکہ میں عائلی زندگی کے اندر ذمہ دارانہ حیثیت کے حوالے سے اپنے اپنے دائرہ میں مرد و عورت دونوں کو برابر کا شریک کیا، اسی لیے عربی لفظ ''زوج'' مرد اور عورت دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کریم میں بیوی کے لیے ''صاحبہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، یعنی زندگی کا ساتھی۔ اس طرح گھریلو زندگی میں کسی ایک کی کسی بھی قسم کی ناجائز بالادستی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر ایک حدیث لائق مطالعہ ہے:

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آں حضرت ﷺ نے فرمایا (ایک لمبی حدیث میں) مجھے دوزخ دکھائی گئی کیا دیکھتا ہوں وہاں عورتیں بہت ہیں وہ کفر کرتی ہیں، لوگوں نے کہا کیا اللہ کا کفر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) خاوند کا کفر (اس کی ناشکری) کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر ایک عورت سے ساری عمر احسان کرو پھر وہ (ایک ذرا سی) کوئی بات تم سے دیکھے (جس کو پسند نہ کرتی ہو) تو کہنے لگتی ہے میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔'' (38)

جس طرح ساری انسانیت خدا کا کنبہ ہے اور اس کی حقیقی نگرانی میں ہے، اسی طرح چند افراد پر مشتمل خاندان شوہر کی ذمہ داری اور نگرانی میں ہوتا ہے، اسی بنا پر اس کی اجتماعی حیثیت و مرتبہ کو تسلیم کیا جانا ضروری ہے، ورنہ اس سے روگردانی انسانیت کی وسیع تر اجتماعیت سے انکار پر منتج ہو سکتی ہے۔ اسی حوالے سے شوہر کی نافرمانی کو خدا کے انکار اور نافرمانی کی سیڑھی قرار دیا گیا ہے اور یہ کفر کا ایک کم تر درجہ ہے۔ چناں چہ حدیث میں ہے

کہ صحابہؓ نے سوال کیا؛ کیا عورتیں اللہ کے ساتھ کفر وانکار کا برتاؤ کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے نفی یا اثبات میں جواب دینے کی بجائے یہ معروضی حقیقت حال بتائی کہ وہ اپنے خاوند کی ناشکر گزار ہوتی ہیں۔ (39)

اس حدیث سے احسان فراموشی کے گناہ کی شدّت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جس قدر بڑے احسان کو فراموش کیا جائے گا اور ناشکری کی جائے گی، اسی قدر وہ کفر کے قریب ہوگا۔ یہاں یہ اَمر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نہایت کریم اور مہربان ہیں، اسی طرح شوہر کو فراخ دل اور اپنے اجتماعی ادارے کی دل سوزی سے خدمت کرنے والا ہونا چاہیے۔ گو بظاہر انکارِ خدا نہیں کرتیں، مگر اسی کے ابتدائی شعبہ میں مبتلا ہیں۔ (40) چناں چہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہیں۔ (41)

حدیث میں لفظ ''عشیر'' (وہ جس کے ساتھ زندگی بسر کی جائے) کا استعمال اس اَمر کی نشان دہی کر رہا ہے کہ خاندان کا ادارہ درحقیقت دو افراد کے باہمی میل جول اور ان کے درمیان مساوی معاشرتی حیثیت سے تشکیل پاتا ہے۔ ان میں حاکم ومحکوم، آقا و غلام کے رشتہ کی بجائے ''زوجیت'' کا رشتہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ہم سر اور جوڑ ہیں، یہی سبب ہے کہ عربی لغت میں ''زوج'' کا اطلاق مردوعورت پر یکساں ہوتا ہے، جس سے دونوں کی مساوی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے، اسی طرح قرآن حکیم میں بیوی کے لیے اگر کوئی لفظ مخصوص بھی کیا گیا ہے تو وہ ''صاحبہ'' ہے، جس کا مفہوم بھی ساتھی اور رفیق کے ہیں۔ الغرض یہ ادارہ (خاندان) دو افراد کے مابین ایک مساوی معاہدے سے وجود پذیر ہوتا ہے، جس کی رو سے فریقین پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک فریق کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے کی معاشی وسماجی ضروریات کی کفالت ونگہبانی کرے تو اس کے جواب میں دوسرے فریق کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خاندان کے مفاد میں نہ صرف اس کی ناسپاسی اور تعاون کش رویے سے گریز کرے، جس کو زیر نظر حدیث میں ''کفران'' سے تعبیر کیا گیا ہے، بلکہ اس کو تعاون فراہم کرے، کیوں کہ باہمی تعاون سے ہی ادارے پروان چڑھتے

www.rahimia.org

ہیں۔ حدیث میں ''کفران العشیر'' کی انتہائی جامع تعبیر اختیار کی گئی کہ ایک فریق میل جول اور تعاون کا رویہ اپنائے ہوئے ہے اور دوسرا دستِ تعاون کو جھٹک رہا ہے اور یوں اپنے لیے نفرت کی آگ دہکا رہا ہے جو روزِ قیامت دوزخ کی آگ کی شکل اختیار کرلے گی۔ (42)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ اَمر بالکل واضح ہے کہ اسلام میں عورت کو ایک جائز مقام دیا گیا ہے، اسے معاشرے پر بوجھ، بے کار چیز اور عضو معطل نہیں بنایا گیا۔ اس کے قول وعمل کو ضروری اہمیت دی گئی ہے اور اسے معاشرے کا ایک ذمہ دار انسان مانا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ اَمر بالکل واضح ہے کہ اسلام میں عورت کو ایک جائز مقام دیا گیا ہے، اسے معاشرے پر بوجھ، بے کار چیز اور عضو معطل نہیں بنایا گیا۔ اس کے قول وعمل کو ضروری اہمیت دی گئی ہے اور اسے معاشرے کا ایک ذمہ دار انسان مانا گیا ہے۔

www.rahimia.org

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض احادیث سے آج کے سماج میں غلط مفہوم لیا جاتا ہے، مثلاً ایک یہ حدیث ہے:

''مامن صباح الا وملكان ينا ديان ويل للرجال من النساء و ويل للنساء من الرجال.'' (43)

(ہر صبح دو فرشتے اعلان کرتے ہیں کہ مردوں کے لیے عورتیں تباہ کن ہیں اور عورتوں کے لیے مرد۔)

اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مرد وعورت دونوں میں سے کوئی ایک اگر عفت و پاک دامنی اور ادائیگی فرائض کو نظرانداز کرے گا تو وہ دوسرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ بعض صنفی وجوہ کی بنا پر یہ عیب عورت میں زیادہ ہے کیوں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ یک طرفہ نہیں ہے، یہ صورتِ حال دونوں طرف ہوسکتی ہے اور ایسا دیکھنے میں بھی آتا ہے۔ ایسے میں محض ایک کو ذمہ دار بنانا ناانصافی ہے۔

یورپین مفکرین کے اعتراض کا جائزہ

انگریز مستشرق ایڈورڈ ولیم لین (1808ء-1876ء) نے قرآن کے منتخب حصوں

کا انگریزی ترجمہ کیا تھا، یہ ترجمہ پہلی بار لندن سے 1843ء میں چھپا۔ اس ترجمہ کے ساتھ ایک دیباچہ شامل تھا۔ اس دیباچہ میں مترجم نے اسلامی تعلیمات کا تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ اسلام کا تباہ کن پہلو عورت کو حقیر درجہ دینا ہے، اصل عبارت یہ ہے:

"The fatal point in Islam is the degradation of women." (44)

یہ اور اس قسم کے دیگر یورپین مفکرین کے بیانات ہیں، جن میں عورت کی بابت اسلام کا نقطۂ نظر غلط طور پر پیش کیا گیا، حال آں کہ عورت کے بارے میں ان یورپین مفکرین کے پیش کردہ تصور سے اسلام کا تصور قطعی طور پر مختلف ہے، اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

اس اَمر کا ایک اور پہلو سے جائزہ لیتے ہیں، وہ یہ کہ قدیم معاشروں میں مختلف توہمات یا جبر وستم کی وَجہ سے عورت کو کم تر سمجھا گیا، اس کے نتیجہ میں عورت جن حقوق سے محروم ہوئی، ان میں سے ایک اہم حق، وراثت کا حصہ تھا۔ اسلام نے آ کر پہلی بار عورت کو جائداد میں وراثت کا حصہ دار قرار دیا۔ اس حقیقت کا اعتراف بعض یورپین مفکر کرتے ہیں۔ جیسے ایم رابرٹس نے لکھا ہے:

''اسلام کی آمد بہت سے پہلوؤں سے انقلابی تھی۔ مثال کے طور پر اس نے عورتوں کو اگرچہ کم درجہ دیا، مگر اس نے عورتوں کو جائداد پر قانونی حق دیا، جو کہ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو 19 ویں صدی عیسوی تک بھی حاصل نہ ہوسکا تھا۔ حتیٰ کہ غلام بھی حق رکھتے تھے اور اہل ایمان کی جماعت کے اندر نہ ذات پات تھی اور نہ پیدائشی درجات۔ (45)

مذکورہ بالا اقتباس میں اس اَمر کا اعتراف ہے کہ اسلام نے ساتویں صدی عیسویں میں خواتین کو جائداد کا قانونی حق دیا جو یورپ میں انیسویں صدی تک میں بھی نہ مل سکا، لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام کی طرف عورت کی کم تر حیثیت کی نسبت کر کے وہی بات کہی گئی جو ایڈورڈ ولیم نے کہی۔ دورِ جدید کے جو مبصرین اس قسم کی بات کہتے ہیں وہ دراصل مسٹر ولیم کی نقل ہے، ورنہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ہی وہ پہلا نظامِ حیات ہے، جس نے عورتوں کے حقوق کا دروازہ کھولا۔ قدیم معاشروں میں کم وبیش تقریباً یہی حال رہا کہ

ان میں عورتوں کو حقوق حاصل نہ تھے۔ غور کیا جائے تو اسلام پر اعتراض کرنے والے مفکرین کی اپنی ہی بات میں تردید ہے، وہ یوں کہ آج اور قدیم زمانہ میں وراثت کا مسئلہ اہم ترین معاشرتی معاملہ رہا ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حق وراثت ایک ایسا معیار ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاشرہ میں کس کو کیا درجہ دیا گیا ہے۔ اسلام کا اس وقت کے زمانی رواج کے سراسر برعکس جائداد میں عورت کو حصہ دار بنانا، واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام عورت کو کم تر درجہ نہیں دیتا۔ اگر اسلام میں عورت کو کم تر سمجھا جاتا تو اس زمانہ کی روایت کے مطابق اسلام بھی اسے یہ حق نہ دیتا تو کوئی اسے برا نہ مانتا مگر اَمر واقعہ اس کے برعکس ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اسلام کے پیش نظر بلا تفریق معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق فراہم کرنا ہے اور انصاف یہ ہے کہ اسلام نے ایسا ہی کیا ہے۔ غرض یہ کہ قرآن و حدیث میں ہمیں مرد اور عورت کے درمیان بعض انتظامی ذمہ داریوں کے علاوہ کوئی حدِ فاصل نہیں ملتی البتہ صنفی تقاضوں کے فطری تفاوت کو قائم رکھنا یقیناً قرین انصاف تھا، جسے اسلام نے برقرار رکھا۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، فکشن ہاؤس، مزنگ، لاہور، 1993، صفحات 24,23

2۔ القرآن، ۲۵:۵۷

3. P.Brown: The Body and Society. Columbia University Press 1988, p:14.40

4۔ گنتی 1، کرنتھیون، ص:10

5. Encycloedia Britannica, pp:19/909

6. Encyclopedia Britannica, pp 19/909

7. The Impact of Science on Society, 1976, p-17

8. Ibid, p-19/909

9. Historically Islam has been very liberal and

progressive in granting property rihgts to women. The fact is that there were no property rights to Hindu women until 1956 when the Hindu Code Bill was passed whereas Islam had granted these rights to Muslim women over 1400 years ago. The Statesman, Delhi, April 26, 1986

نوٹ: احادیث کے حوالہ جات میں ک سے مراد کتاب اور ب سے مراد باب ہے۔

10. ان عرش ابلیس علی البحر فیبعث سرایاه فیفتنون الناس. فاعظمهم عنده اعظمهم فتنة إن إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه فأدناهم منه منزلة اعظمهم فتنة. يجئی احدهم فيقول فعلت كذا و كذا فيقول ماصنعت شيئا. قال لما يجئی احدهم فيقول ماتركته حتى فرقت بينه و بين امراته قال فيدنيه منه ويقول نعم انت. صحيح مسلم، حديث نمبر ۵۰۳۲، ک:صفة القيامة والجنة والنار. ب: تحريش الشيطان و يبعثه سراياه لفتنة الناس

11. صحيح مسلم، حديث نمبر ۲۱۳۷، ک: الحج، ب: حجة النبی

12. سنن النسائی، حديث نمبر۳۰۵۳، ک: الجهاد، ب: الرخصة فی التخلف لمن له والدة

13۔ القرآن،۴:۱

14. سنن الترمذی، حديث نمبر ۱۰۵، ک: الطهاره عن رسول الله، ب: ماجاء فی من يستيقظ فيری بللا.

15۔ القرآن،۲:۲۲۸

16. سنن الترمذی، حديث نمبر ۱۰۸۳، ک: الرضاع، ب: ماجاء فی حق المرأة على زوجها

17. صحيح البخاری، حديث نمبر ۵۳۹۵، ک: اللباس، ب: ماكان النبیؐ يتجوز من الباس

18. سنن الترمذی، حديث نمبر ۲۹۴۹، ک: تفسير القرآن عن رسول الله، ب: من سورة النساء

www.rahimia.org

19۔ القرآن، ۳:۱۹۵

20۔ القرآن، ۴:۳۲

21. البیهقی، ابوبکر احمد بن حسن علی (ت:۴۵۸ھ)، السنن الکبری، نشر الفقه، ملتان، ج۸ ص۲۸

22. ان عمرؓ قتل نفراً من اهل صنعاء بأمرأة اقادهم بها. الجصاص، ابوبکر (ت: ۳۷۰ھ) احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان. ۱:۱۷۱

23. ما ابدلنی الله عزوجل خیراً منها قد آمنت بی اذ کفربی الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس واستنی بمالها اذ حرمنی الناس ورزقنی الله عزوجل ولدها. مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۷۱۹، ک: باقی مسند الانصار، ب: حدیث السیده عائشه

24. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۵۳۶، ک: مناقب الانصار، ب: تزویج النبیؐ خدیجة و فضلها

25. صحیح مسلم، حدیث نمبر ۴۴۲۵، ک: فضائل الصحابهؓ به، ب: فضائل خدیجة

26. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۴۸۴، ک: مناقب، ب:فضل عائشه

28۔ القرآن، ۲:۱۸۷

29. صحیح مسلم، حدیث نمبر ۴۶۲۱، ک: البر و والصلة والآداب، ب: بر الوالدین وانها احق به

30۔ القرآن، ۴۶:۱۵

31. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۴۶۲۱، ک: النکاح، ب:حسن معاشرة النساء

32. سنن النسائی، حدیث نمبر ۳۴۲۸، ک: النکاح، ب: المرأة الصالحة

33. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۱۸۵۵، ک: النکاح، ب:افضل النساء

34. سنن الترمذی، حدیث نمبر ۳۰۱۹، ک: تفسیر القرآن عن رسول الله، ب: من سورة التوبة

35. ایضاً

www.rahimia.org

36۔ القرآن،۳۳:۳۴

37. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۸۰۰، ک: النکاح، ب: المرأة راعیة فی بیت زوجها.

38. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ. صحیح البخاری، ۱ :۴۴

39. کشمیری، محمد انور شاہ، علامہ (۱۳۵۲ھ) فیض الباری علی صحیح البخاری (ضبط وتحریر: مولانا بدرِ عالم میرٹھی) قاہرہ، مکتبہ حجازی، ۱۹۳۸ء، طبعہ اوّل۔۱:۱۱۸

40. سعید الرحمٰن، مفتی، پروفیسر، ڈاکٹر، ایمان کی چھاؤں میں، بیکن بکس، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، 2010ء، ص:86

41. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۱۴۶۲، ک: النکاح، ب:حسن معاشرة النساء

42. ایمان کی چھاؤں میں، ص:87,86

43. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۳۹۸۹، ک: الفتن، ب: فتنة النساء

44. Edward William Lane, Selections from Quran London 1982, pxc (Introduction)

45. Its coming was in many ways revolutionary. It kept women, for example, in an inferior position, but gave them legal rights over property not available to women in many European countries until the nineteenth century. Even the slave had rights and inside the community of the believers there were no castes nor inherited status. J.M.Roberts, THe Pelican History of the World, New York, 1984, p:334

☆

www.rahimia.org

www.rahimia.org

حصہ دوم

www.rahima.org

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان
34	اسلام میں خواتین کا سماجی کردار
34	عہد اوّل میں اُمہات المومنین وصحابیات کی اجتماعی سرگرمیاں
34	تحصیل علم اور اشاعتِ اسلام
36	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
37	حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا
38	حضرت اسما رضی اللہ عنہا بنت ابی بکرؓ
38	حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا
38	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب
39	حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا
39	حضرت اُمِ شریک رضی اللہ عنہا
39	حضرت اُمِ سُلَیم رضی اللہ عنہا
39	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عمرؓ کو نصیحت
40	حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالرحمٰن
40	حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا
40	ھجیمہ بن حی الدمشقیہؒ

www.rahimia.org

جنگی خدمات	41
زخمیوں کی مرہم پٹی	44
بے مثال صبر واستقامت	45
دورِ خلفائے راشدین	46
معاشی سرگرمیاں	47
سیاسی سرگرمیاں	50
ایک غلط فہمی کا ازالہ	51
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے مثال	52
صلح حدیبیہ سے مثال	53
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے مثال	54
آزادیٔ رائے عہدِ نبوی ﷺ میں	55
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	56
آزادیٔ رائے عہدِ خلفا میں	57
آزادیٔ ہند میں خواتین کا کردار	58
حقوقِ نسواں کا مغربی پروپیگنڈا اور اس کا جائزہ	60
عصرِ حاضر میں خواتین کے استحصال کی نوعیت اور اس کے انسداد کا طریقہ	64
حاصل بحث	68
حواشی وحوالہ جات	71

www.rahimia.org

www.rahimia.org

اسلام میں خواتین کا سماجی کردار

عہد اوّل میں اُمہات المومنین وصحابیات کی اجتماعی سرگرمیاں

اسلام نے عورت کو جو جائز مقام دیا ہے، اس کا نتیجہ تھا کہ دورِ نبویﷺ میں اُمہات المومنین اور دیگر صحابیات نے اجتماعی سرگرمیوں میں بھر پور کردار ادا کیا۔ جن خواتین کو اسلام کی تعلیمات کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہوا تو ان خواتین نے اسلام کی ان امتیازی خصوصیات سے متأثر ہو کر اسلام کے عہد اول میں گراں قدر سماجی خدمات سرانجام دیں۔ اس عنوان کے تحت اُمہات المومنین کی اجتماعی خدمات کا مطالعہ بہت اہم ہے، اسی طرح کئی صحابیات کے بہت سے قابل تقلید واقعات ہیں، جو انھوں نے اسلام کی روشن تاریخ کے حوالے کیے ہیں، چناں چہ تاریخ اسلام کے عہد اول میں عورت ہمیں گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے دیگر شعبوں کا بھی ایک مفید حصہ نظر آتی ہے، بلکہ تاریخ میں مرقوم واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمہات المومنین اور دوسری صحابیات سماجی اوصاف کو بہت بہتر حد تک جانتی تھیں۔

تحصیلِ علم اور اشاعتِ اسلام

اسلام سے پہلے عرب معاشرہ میں صرف پانچ عورتیں پڑھنا جانتی تھیں، ان میں سے دو ایسی تھیں جو پڑھ تو سکتی تھیں، مگر لکھ نہ سکتی تھیں۔[1] اس صورتِ حال میں رسول اللہﷺ نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا اور اس کے کیا نتائج پیدا ہوئے اس کا جائزہ لینے سے پہلے حضورﷺ کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

”من كانت له جارية فادبها فاحسن ادبها و علمها فاحسن تعليمها ثم اعتقها و تزوجها فله اجران.“[2]

(جس کی کوئی لونڈی ہو، سواس نے اس کی اچھی تربیت کی اور اس کو اچھی تعلیم دی پھر اس کو آزاد کردیا اور اس کا نکاح کردیا تو اس کو دو اَجر ملیں گے۔)

وہ نبی جس نے غلام اور لونڈیوں کی تعلیم و تربیت پر اس قدر اُبھارا ہو تو آزاد خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف کیوں کر توجہ نہ دی گئی ہوگی۔ چناں چہ ایک مرتبہ خواتین نے حضور ﷺ سے درخواست کی:

''تعلیم و تعلّم کی آپ ﷺ کی مجلس میں مرد ہم پر غالب آ گئے، سو آپ ﷺ ہمارے لیے ایک علاحدہ دن طے کریں، تو آپ ﷺ نے ان سے (ہفتہ) میں ایک دن ملنے کا وعدہ کیا سو اس دن میں آپ ﷺ خواتین کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔''(3)

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم چند نوجوان حضور ﷺ کی خدمت میں دین سمجھنے کی غرض سے بیس دن رہے۔ جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ہمیں گھر جانے کی عجلت (جلدی) ہے تو ہمیں حضور ﷺ نے تلقین فرمائی:

''ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم.''(4)

(جاؤ اپنی بیوی بچوں کی طرف اور ان میں رہو سہو اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان پر عمل کا حکم دو۔)

ایسی روایات بھی دست یاب ہیں کہ دورِ اول میں خواتین کی خاصی تعداد بڑے شوق و اشتیاق سے تعلیم حاصل کرنے اور سیکھنے کے لیے ایسی مجالس میں شرکت کیا کرتی تھیں۔ اور استفادہ کرتی تھیں، خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتی ہیں:

''کنت اسمع خطبة رسول الله یوم الجمعة وانا فی مؤخر النساء.''(5)

(میں حضور ﷺ کا خطبہ جمعہ سنا کرتی تھی، حال آں کہ میں عورتوں کی صفوں میں آخر پر ہوتی تھی۔)

خواتین کے لیے عموماً حضور ﷺ کے گھر پر ہی تعلیم کا انتظام تھا، رسول اللہ ﷺ کی ان توجہات کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کے عہد کی خواتین مردوں کے شانہ بشانہ علم حاصل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ چوں کہ ازواجِ مطہرات کو حضور ﷺ سے حصولِ علم کے مواقع

زیادہ ملے۔ اس بنا پر ازواجِ مطہرات نے دیگر صحابیات کی نسبت حضور ﷺ کے علم سے زیادہ استفادہ کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ازواجِ مطہرات میں سے بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت محمود بن لبید فرماتے ہیں:

"کان ازواج النبی یحفظن من حدیث النبیؐ کثیراً مثلاً لعائشة و ام سلمة." (6)

(نبی ﷺ کی بیویاں حضور ﷺ کی اکثر احادیث زبانی یاد کرلیا کرتی تھیں، مثلاً عائشہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہما۔)

اَزواجِ مطہرات میں اس حوالے سے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

"لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کر کے اس کی اشاعت کی۔ احکامِ شرعیہ اور آداب کا ایک بہت بڑا حصہ ان سے منقول ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ احکامِ شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔"(7)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں:

"ہم حضور ﷺ کے صحابہ کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی کہ ہم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور اس کے بارے میں ان کے پاس علم نہ پایا ہو۔"(8)

ابن سعدؒ کہتے ہیں:

"وکانت عائشة تفتی فی عهد عمر و عثمان الی ان ماتت یرحمها الله." (9)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے دور میں فتویٰ دیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ انھوں نے وفات پائی۔)

www.rafiqmia.org

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔(10)
ابن حجرؒ کہتے ہیں اصحابِ رسول ﷺ میں وہ صحابہ جنھیں سب سے زیادہ حضور ﷺ کی احادیث روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان سات صحابہ میں سے آپ رضی اللہ عنہٗ چوتھے نمبر پر ہیں۔(11) جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی تعداد 200 سے زائد ہے، جن میں سے خاص خاص یہ ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمراور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے حفاظِ حدیث صحابہ اور علقمہ بن قیسؒ، سعید بن المسیبؒ جیسے فقیہ تابعین بھی شامل ہیں۔(12) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کا دائرہ صرف علم شرعی تک نہیں، بلکہ دیگر علوم پر بھی انھیں خصوصی مہارت حاصل تھی، چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا علم طب، علم تاریخ، ادب، خطابت، شاعری اور علم الانساب میں بھی مہارت تامہ رکھتی تھیں۔(13) عروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں:

”ما رأیت احدا اعلم بالقرآن ولا بفرائضہٖ ولا بحلال ولا بحرام ولا بشعر ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشةؓ.“(14)

(میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ قرآن، قرآن کے فرائض (احکامِ میراث) اس کے حلال وحرام کو، شعر، عربوں کے حالات اور ان کے نسب ناموں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جاننے والا میں نے کوئی نہ دیکھا۔)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا علمی پایہ ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے بلند ہے، یہ بھی علم شرعی کے علاوہ طب، شاعری اور علم کلام میں دِرک رکھتی تھیں۔

قرآن و حدیث میں گہرائی، سمجھ اور آپ ﷺ کا علمی پایہ اتنا بلند تھا کہ نئے پیش آمدہ مسائل پر آپ رضی اللہ عنہا فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ ان کے فتاویٰ کثیر تعداد میں ہیں، جن میں سے ایک رسالہ مرتب کیا جاسکتا ہے۔(15)

حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحب زادی حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ حوصلہ مند صحابیہ ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی اور غارِ ثور میں تین دن قیام فرمایا تو دن بھر کے حالات کی اطلاع حضور ﷺ کو یہی آ کر دیا کرتی تھیں۔ کفار سے اس بابت انھیں مار بھی کھانا پڑی۔ اشاعت اسلام کے لیے ان کی خدمات کے حوالے سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور علم و فضل کے پیکر کی تربیت کی۔ ان کے علمی پائے کا اس قدر بلند ہونا اس عظیم ماں کی تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث 156 ہیں۔ (16)

حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا

یہ ایک عالمہ فاضلہ خاتون تھیں، نبی اکرم ﷺ سے اکثر مسائل دریافت کرتی تھیں۔ علم حدیث کی معرفت کے علاوہ علم تعبیر الرؤیا (خوابوں کی تعبیر کا علم) کی ماہر تھیں۔ (17) آپ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 60 ہے، جنھیں چند بڑے صحابہ اور بکثرت تابعین نے آپ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (18)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسلام کو جو شوکت ملی وہ سب جانتے ہیں۔ ان کے ایمان لانے کا سبب ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب بنی تھیں۔ زمانہ قبل از اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اپنے بہنوئی کو قبول اسلام کے سبب مار مار کر تھک گئے اور بہن کا جسم لہولہان ہو گیا، اس حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ عمر! جو بن آئے کرو، لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی اور پھر ایمان لے آئے۔ (19)

www.rahimia.org

حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا

ایک صحابیہ لبینہ رضی اللہ عنہا تھیں یہ ایک کنیز تھیں۔ان کو بھی قبل از اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ بہت مارتے تھے، بے تحاشا مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا' مگر وہ ایمان پر قائم رہیں۔ (20)

حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا

اُم شریک رضی اللہ عنہا کفار سے چھپ کر قریش کی عورتوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتی تھیں، قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے ان خواتین کو مکہ سے نکال دیا۔ (21)

حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا

صحابیات میں دعوتِ اسلام کا جذبہ اس حد تک تھا کہ مال و متاع کی پرواہ نہ کرتی تھیں، چناں چہ اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا کے واقعات میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہٗ نے کفر کی حالت میں ان سے نکاح کرنا چاہا تو اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اسلم فهو صداقي .. فاسلم فكان صداقها اسلامه." (22)

(اسلام قبول کرلو، وہی میرا مہر ہوگا، تو وہ مسلمان ہو گئے اور یہی مہر قرار پایا۔)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو نصیحت

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا کہ اے عمر! ایک وقت تھا کہ میں نے تم کو عکاظ کے بازار میں دیکھا تھا اس وقت تم عمیر (چھوٹے عمر) کہے جاتے تھے، تم ہاتھ میں لکڑی لیے بکریاں چراتے تھے، پھر وہ وقت آیا کہ تم عمر کہے جانے لگے اور اب تم امیرالمومنین کہے جاتے ہو۔ دیکھو! رعایا کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کی پکڑ سے ڈرتا ہے، اس کے لیے دور کا آدمی بھی قریبی رشتہ دار کی طرح ہوتا ہے اور جو آدمی موت سے نہیں ڈرتا اس کے بارے میں ڈر ہے کہ وہ اس چیز کو کھو دے گا جس کو وہ چاہتا ہے۔ (23)

تاریخ اقوام میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں کہ جہاں خواتین حکمرانوں اور نظام پر اس

www.rahima.org

طرح بے دھڑک گفتگو کرتی ہوں اور ان کی بات سنی جاتی ہو۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے خواتین کو فرش سے اُوج (عروج) تک پہنچا دیا۔

ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات نے تحصیل علم اور اشاعتِ اسلام میں اس دل جمعی سے حصہ لیا کہ خواتین اسلام میں یہ ذوق صدیوں تک جاری رہا، چناں چہ امام دار ھجرہ امام مالکؒ کی صاحب زادی کو اللہ نے حدیث مبارکہ میں اس قدر ملکہ عطا کیا تھا کہ طالب علم اگر آپ کی کتاب (مؤطا) پڑھتے ہوئے کہیں غلطی کرتا تو صاحب زادی اندر سے دروازہ کھٹکھٹاتیں تو امام موصوف طالب علم سے کہتے:

پھر پڑھو! تم غلطی کر رہے ہو، چناں چہ طالب علم دوبارہ پڑھتا اور جان لیتا کہ پہلے اس نے غلطی کی تھی۔(24)

حضرت عمرہؒ بنت عبد الرحمٰن

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وارث تھیں۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کے توجہ دلانے اور مشورہ کی وجہ سے میں نے عمرہ رضی اللہ عنہا کی مجلس (علم) میں حاضر ہونا شروع کیا تو میں نے جانا کہ وہ واقعتاً علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر ہیں۔ انھیں علم حدیث میں اتنا بلند مقام حاصل تھا کہ امام زہریؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ اور ابوبکر بن حزمؒ جیسے یگانہ روزگار (بڑے نام والے) محدثین ان کی خدمت میں برائے استفادہ حاضر ہوتے تھے اور ان کی شہرت اور علم میں ممتاز مقام کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابن حزمؒ کو کہا کہ عمرہؒ بنت عبد الرحمٰن کی روایت کردہ احادیث قلم بند کی جائیں۔(25)

حضرت نفیسہؒ

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی نسل میں نفیسہؒ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ امام شافعیؒ جیسے عالم، مصر میں ان کی مجلس میں باقاعدگی کے ساتھ درس کے لیے حاضر ہوتے تھے۔(26)

ھجیمہ بن حی الدمشقیہؒ

یہ ایک تابعی عالمہ تھیں۔ انھیں علم حدیث و فقہ میں کامل مہارت حاصل تھی۔ حدیث

میں ان کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ وہ محدثین جن کو روایت حدیث میں بنیادی حیثیت حاصل ہے، ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ (27)

آٹھویں صدی ہجری کی ایک مشہور خاتون عائشہ بنت علی بن محمدؒ گزری ہیں، یہ بے مثال محدثہ اور حافظہ تھیں، ان کے پاس بڑے بڑے علما برائے استفادہ آیا کرتے تھے۔ (28)

نویں صدی ہجری میں ایک خاتون فاطمہ بنت احمد بن یحییٰؒ ہوئی ہیں، جو نہ صرف علم وفضل میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں، بلکہ وہ استنباطِ احکام (قرآن وسنت سے موجود دور کے مسائل کا حل نکالنا) کی صلاحیت سے بھی مالا مال تھیں اور اپنے والد صاحب کے ساتھ بہت سے مسائل میں بحث کیا کرتی تھیں۔ (29) ان حالات میں ایک دل چسپ بات یہ لکھی ہے کہ ان کے شوہر بڑے عالم تھے اور تعلیم وتعلم کا فریضہ انجام دیتے تھے، دورانِ تعلیم کسی مسئلہ میں جب وہ اپنے آپ کو عاجز پاتے تو گھر آتے اور اپنی بیوی سے اس کا حل پوچھتے تو وہ مسئلہ حل کردیتیں۔ موصوف باہر آکر طلبا کو بتلاتے تو طلبہ برملا کہتے: ''**لیس هٰذا منک بل من وراء الحجاب**''، (یہ وضاحت آپ کی طرف سے نہیں، بلکہ پردے کے پیچھے والی کی طرف سے ہے۔)

قرونِ وُسطیٰ میں بہت سی خواتین نے لوگوں کے تحصیل علم کے لیے مختلف درس گاہیں قائم کیں، جن سے نہ صرف خواتین بلکہ مرد بھی فیض یاب ہوئے۔ چناں چہ جامعہ زیتونہ تیونس کی قدیم مسجد اور اسلامی درس گاہ ہے، جسے بنو حفص کے حکمران مستنصر کی بیوی عطف نے 1283ء میں قیروان (موجودہ تیونس) میں تعمیر کیا تھا۔ بڑے بڑے علما یہاں سے اُٹھے۔ ابن خلدونؒ نے ابتدائی تعلیم اسی درس گاہ میں حاصل کی تھی۔ (30)

جنگی خدمات

اشاعتِ دین کی راہ میں ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ دین دشمن قوتیں، حق کو خاطر میں نہیں لاتیں اور اپنے مخاطب کو راہ سے ہٹانے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کرتی ہیں، بعض اوقات نوبت میدانِ جنگ تک جا پہنچتی ہے، اس صورتِ حال کا سامنا نبی رحمت صلی اللہ

علیہ وسلم کو بھی ہوا۔ اس اَمر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف آں حضرت ﷺ کی مکمل اطاعت و اتباع کی، بلکہ مشن اور ارفع مقاصد کے لیے مال و جان قربان کرنے کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ کوئی بھی اجتماعیت پسند جماعت رہتی دنیا تک انھیں نظر انداز نہیں کرسکتی۔ اس اَمر میں صحابیات بھی پیچھے نہ رہیں، بلکہ اس حوالے سے حیران کن واقعات تاریخ اپنے اوراق میں محفوظ رکھتی ہے۔ صحابیات نے جس جوش، خلوص، عزم اور استقلال سے اس فریضے کو نبھایا، اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی۔ اس ضمن میں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

غزوہ احد کے موقع پر جب لوگ حضور ﷺ کو چھوڑ کر شکست کھا گئے تھے، کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ عائشہؓ اور اُم سلیمؓ پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور پانی پلاتی تھیں۔ مشک خالی ہوجاتی تھیں تو جا کر بھر لاتی تھیں پھر لوگوں کے مونہوں میں خالی کر دیتیں۔'' (31)

اس غزوہ میں حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور بے باکی و شجاعت کا مظاہرہ کیا، عین اس وقت جب کفار نے عام حملہ کر دیا، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمومی لڑائی میں مشغول ہوگئے اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ چند صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے، حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا تیر اور تلوار سے انھیں روکتی تھیں، یہاں تک کہ ابن قیمہ جب آں حضرت ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا، چناں چہ آپؐ کے کندھے پر گہرا زخم آیا، اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے بھی تلوار ماری مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے جوابی حملہ کارگر نہ ہوا۔ (32) اس ضمن میں حضور ﷺ نے ان الفاظ میں اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کی تعریف فرمائی:

''وما التفت یمینا ولا شمالا ولا وانا اراھا تقاتل دونی.'' (33)

(میں نے جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ میری حفاظت کے لیے لڑ رہی ہیں۔)

غزوہ خندق میں ہمت و استقلال اور شجاعت و بہادری کی تاریخ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے رقم کی وہاں صحابیات بھی پیچھے نہ رہیں، چناں چہ حفاظت کے نقطہ نظر سے خواتین

www.rahimia.org

جس قلعہ میں تھیں، وہ بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ یہودیوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آں حضرت ﷺ کے ساتھ ہے قلعہ پر حملہ کیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (آں حضرت ﷺ کی پھوپھی) نے دیکھ لیا۔ مستورات کی حفاظت کے لیے حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ متعین تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ اُتر کر اس کو قتل کر دو، ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ کو ایک عارضہ تھا، جس کی وَجہ سے وہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اُکھاڑی اور اُتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔ بعد میں اس کی گردن کاٹ کر قلعے کے نیچے پھینک دی، یہودی مرعوب ہو گئے اور ان کو حملے کی جرأت نہ ہوئی۔ (34)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب وہ خاتونِ اسلام ہیں، جنھوں نے یہود کے ایک آدمی کو قتل کیا تھا، چناں چہ ابن اثیرؒ کہتے ہیں:

"وھی اول امرأۃ قتلت رجلا من الیھود." (35)

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہیں:

"غزوۂ حنین کے موقع پر حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا خنجر ہاتھ میں لیے ہوئے پھر رہی تھیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہٗ نے انھیں دیکھا کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا ہے۔ اس کے پاس خنجر ہے۔ حضور ﷺ نے اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا سے کہا یہ خنجر؟ کہنے لگیں، میں نے اسے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ ان کی اس بات پر نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے۔" (36)

غزوۂ حنین میں ایک وقت ایسا آیا کہ اسلامی فوج کے قدم اُکھڑ گئے تو اس تشویش کی حالت میں حضرت اُم حکیم رضی اللہ عنہٗ بنت حارث چند باہمت نفوس کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی رہیں۔ (37)

جنگ یرموک میں حضرت اسما بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی چوب سے

9 رومیوں کو قتل کر دیا تھا، آپ رضی اللہ عنہا خود وضاحت کرتی ہیں:

"وقتلت یومئذ تسعة من الروم بعمود فسطاطها." (38)

(جنگ یرموک کے دن خیمہ کی چوب سے میں نے 9 رومیوں کو قتل کیا۔)

زخمیوں کی مرہم پٹی

غزوات میں قتال کے علاوہ دیگر خدمات بھی صحابیات انجام دیتی رہیں، مثلاً پانی پلانا، زخمیوں کو میدان سے اُٹھا کر لے جانا، تیر اُٹھا کر دینا، خورد ونوش کا انتظام کرنا، قبر کھودنا اور فوج کو ہمت دلانا، چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"غزوہ میں اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا انصاری اور دیگر خواتین حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوتی تھیں، یہ پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام کرتی تھیں۔" (39)

حضرت اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(اخلفهم فی رحالهم واصنع لهم الطعام واداوی الجرحی و اقوم علی المرضیٰ.) (40)

(میں لڑنے والوں کے کجاووں کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہتی اور ان کے لیے کھانا پکاتی اور زخمیوں کا علاج کرتی اور مریضوں کی نگہداشت کرتی تھی۔)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"کنا مع النبیؐ نسقی و نداوی الجراحی ونرد القتلی الی المدینة." (41)

(ہم حضور ﷺ کے ہم راہ ہوتیں، ہم پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں اور مقتولین کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔)

اُم زیاد رضی اللہ عنہا جب چند صحابیات کے ساتھ غزوۂ خیبر میں حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر پہنچیں تو حضور ﷺ ناراض ہوئے، اس پر حضرت اُم زیاد رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں:

"غزوہ خیبر میں چھ خواتین کے ساتھ میں بھی میدانِ جنگ میں پہنچی۔ حضور ﷺ تک ہماری آمد کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ہمیں بلا بھیجا۔ ہم حضور ﷺ کے پاس

www.rahimia.org

پہنچیں پھر ہم نے آپ ﷺ میں غصہ دیکھا۔ اور فرمایا: تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے (یہاں) پہنچی ہو؟ تو ہم نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نکلی ہیں (یہاں آئی ہیں) ہمیں اون بنانی آتی ہے۔ اس (عمل) کے ذریعے اللہ کے راستے میں ہم مدد کریں گی۔ (وہ اون مجاہدین کے بستروں اور آرام کے لیے کام آئے گی۔) اور ہمارے پاس زخمیوں کی دوا کا سامان ہے۔ (کچھ نہیں تو) مجاہدین کو تیر ہی پکڑاتی رہیں گی۔ اور ہم (مجاہدین کو) ستو پلائیں گی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ٹھہرو'' یہاں تک کہ خیبر فتح ہوگیا تو حضور ﷺ نے ہم خواتین کو مالِ غنیمت میں سے مردوں کے برابر حصہ دیا۔''(42)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے:

''ابوحازم سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، سے حضور ﷺ کے زخم کے بارے میں پوچھتے ہیں تو انھوں نے کہا اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ کون حضور ﷺ کا زخم دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے دوا کی گئی، (پھر) کہنے لگے حضور ﷺ کی صاحب زادی فاطمہ رضی اللہ عنہا دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ، ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے، پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون نہیں رُک رہا تو چٹائی کا ایک حصہ جلایا اور زخم پر لگا دیا تو خون رُک گیا۔''(43)

غزوات میں شریک ہوکر مختلف خدمات دینے والی چند دیگر صحابیات کے نام یہ ہیں، اُم ایمن رضی اللہ عنہا، حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش، سلمی رضی اللہ عنہا زوجہ ابو رافع، قبیلہ اشہلہ کی ایک خاتون اُم عامرہ رضی اللہ عنہا، اُم خلاد رضی اللہ عنہا انصاریہ، کعیبہ رضی اللہ عنہا بنت سعید اور میسا در رضی اللہ عنہا زوجہ ابوطلحہ۔ (44)

بے مثال صبر و استقامت

غزوہ اُحد کے موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (آپ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، کی بہن) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، کی دلدوز (دل پر اَثر کرنے والی) شہادت کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ آں حضرت ﷺ نے ان کے صاحب زادے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ چچا کی لاش کی بہت بے حرمتی کی گئی ہے، شاید صفیہ

رضی اللہ عنہا برداشت نہ کر پائیں اس لیے انھیں حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی لاش نہ دیکھنے دینا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہٗ نے آں حضرت ﷺ کا پیغام انھیں سنایا، بولیں کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں، لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ آں حضرت ﷺ نے اجازت دے دی۔ لاش پر گئیں، خون کا جوش تھا اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے، لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو رہیں اور مغفرت کی دعا مانگی۔(45)

دورِ خلفائے راشدین

خلفائے راشدین کے دور میں بھی خواتین جہاد میں شریک ہوتی رہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے عہد میں مسلمانوں نے ۱۵ ہجری میں دمشق پر لشکر کشی کی۔ اس دوران حضرت ابوعبیدہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف پیش قدمی کی، اس موقعہ کو غنیمت جان کر اہل دمشق نے مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے قلعے کا رُخ کیا تو خولہ رضی اللہ عنہا بنت الازور نے کہا:

"بہنو! کیا تم یہ بے غیرتی گوارہ کر سکتی ہو کہ مشرکین کے تصرف میں آجاؤ، کیا تم عربوں کی حمیت و غیرت کو داغ دار بنانا چاہتی ہو، میرے نزدیک تو ایسی ذلت سے موت بہتر ہے۔" خولہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ نے عورتوں میں جوش و ولولہ پیدا کر دیا، خولہ رضی اللہ عنہا اور عفیرا رضی اللہ عنہا بنت غفار اور اُم ابان رضی اللہ عنہا بنت عتبہ، سلمہ رضی اللہ عنہا بنت زراع نے اہل دمشق کے تین آدمیوں کو مار گرایا، اس کشمکش کے دوران مسلمانوں کی فوج آ گئی اور انھوں نے دمشقیوں کو پسپا کر دیا۔(46)

اس جنگ میں حضرت اُم حکیم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں، اسی وقت جوش سے اُٹھیں اور زخمی شیرنی کی طرح بڑھ کر حملے کرتی تھیں اور اپنی چوب سے سات رومیوں کو مار گرایا۔(47)

وہ لوگ جو دینی اور سماجی خدمات سرانجام دیتے ہیں اور انسانوں کو ظالموں کے شکنجے سے نکالنے کے لیے تن من دھن قربان کرتے ہیں، ان کی اس قربانی کی عظمت اور ان کا صلہ انھیں جو ملے گا، وہ اپنی جگہ، لیکن ان کے اس عمل کا ایک بہت بڑا اثر ان کی بیویوں پر

مرتب ہوتا ہے، ان کے اس عمل سے بیویوں کے بہت سے حقوق متأثر ہوتے ہیں۔ ان کی اس ایثار و قربانی کی تحسین حضور ﷺ نے ان کلمات سے فرمائی:

’’حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم.‘‘(48)

(راہِ جہاد میں نکلنے والے حضرات کی بیویوں کی حرمت سماج میں رہ جانے والوں پر ایسے ہے، جیسے ان کی ماؤں کی ان پر حرمت۔)

جس طرح ماں اپنی قربانی اور ایثار کی وَجہ سے محترم و معزز ہے، اور اولاد پر اس کا ادب و احترام دوسری خواتین کی نسبت بہت زیادہ ہے، اسی طرح مجاہدانہ زندگی گزارنے والے مردوں کی بیویاں بھی اضافی احترام کی مستحق ہیں۔ خواتین کو یہ احترام و عزت تاریخ اسلام سے پہلے نہیں دیا گیا۔ قبل از اسلام بھی عورت ایسی خدمات انجام دیتی تھی، مگر اس کی قربانی کی قدر نہ کی جاتی تھی۔ اسلام نے عورت کے ایثار و قربانی کو ایک جائز مقام دیا۔ اسلام نے خواتین کو اس حد تک عزت دی کہ وہ خواتین جو سماجی عدل و انصاف کے قیام میں سرگرم ہوں اگر وہ دشمن کے حوالے سے کوئی اہم فیصلہ بھی کرتی ہیں تو ان کے فیصلے کو قبول کیا جاتا ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

’’ان المرأة لتأخذ للقوم.‘‘ (49)

(عورت (جنگ میں) مسلمانوں کی جانب سے امان دے سکتی ہے۔)

معاشی سرگرمیاں

ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات اشاعت اسلام، جنگی خدمات کے علاوہ معاشی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ ایسی کئی صحابیات ہیں، جن میں حصول روزگار کے لیے معاشی سرگرمیوں کا رجحان اور صلاحیت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس عمل سے کبھی نہیں روکا، بلکہ بعض حالات میں ان کی اس صلاحیت سے فائدہ بھی اُٹھایا جاتا تھا، چناں چہ:

ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبل از اسلام ہی کاروبار منظّم تھا، اسلام لانے کے بعد ان کی کاروباری سرگرمی جاری رہی اور حضور ﷺ نے انھیں منع نہیں

www.rahimia.org

فرمایا، بلکہ ایک موقع پر ان کی تحسین فرمائی کہ انھوں نے میری بہت مالی معاونت کی ہے۔(50)

کئی ازواجِ مطہرات خود اپنے ہاتھ سے اپنا معاش پیدا کرتیں اور اللہ کی راہ میں لٹا دیتیں۔

شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے مدینہ کے ایک بازار میں ایک معاشی ذمہ داری سونپی تھی، وہاں عورتیں سامانِ تجارت لاتی تھیں۔ (51)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں: میری خالہ کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی تو عدت کے دوران ہی حصولِ روزگار کے لیے انھوں نے کھجور کے چند پیڑ کاٹنے (اور فروخت کرنے) کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے انھیں اس کام کے کرنے سے سختی سے منع کیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں استفسار کے لیے گئیں تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

"اخرجی فجدی نخلک لعلک ان تصدقی منه او تفعلی خیراً."(52)

(کھیت میں جاؤ اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو، اس رقم سے بہت ممکن ہے تم صدقہ وخیرات یا کوئی بھلائی کا کام کرسکو۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کی خالہ کا یہ واقعہ گھر کے اقتصادی سدھار میں عورت کے کردار کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے، حضرت اسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہٗ سے ہوئی۔ یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے اور عسرت کا شکار تھے، حضور ﷺ نے ضروریات پوری کرنے کے لیے انھیں زمین کا ایک ٹکڑا دیا، جو مدینہ سے باہر دو میل کے فاصلے پر تھا۔ حضرت اسما رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"کنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول الله علی رأسی."(53)

(میں زبیر رضی اللہ عنہٗ کی اس زمین سے جو انھیں رسول اللہ ﷺ نے دی تھی، سے کھجوروں کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لاتی تھی۔"

بعض صحابیات کے بارے میں ایسی شہادتیں ملتی ہیں کہ وہ کاروبار کیا کرتی تھیں۔ مُلَیکہ رضی اللہ عنہا اُم السائب کے بارے میں آتا ہے:

"کانت تبیع العطر و ایضا کانت تبیع التمر فی سوق العکاظ."(54)

(وہ عطر بیچا کرتی تھیں اور عکاظ کے بازار میں کھجور بھی بیچتی تھیں۔)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں:

"ان کا ریشم کا کاروبار تھا۔"(55)

صحابیات نے حضور ﷺ کے بعد بھی اپنی معاشی سرگرمیوں کو جاری رکھا اور خلافت راشدہ میں انھیں یہ آزادی حاصل رہی، یہاں تک کہ اُمورِ تجارت میں ان کی مہارت سے اجتماعی فائدہ بھی اُٹھایا گیا۔ چناں چہ حضرت شفا رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ (اُم سلیمانؓ بن ابی حثمہ) سے تجارتی اُمور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نہ صرف مشورہ کیا کرتے تھے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہٗ نے بعض اوقات بازار اور تجارتی سرگرمیوں کا انھیں نگران بھی مقرر فرمایا، ابن حجرؒ کہتے ہیں:

"وکان عمر یقدمها فی الرأی ویرعاها و یفضلها وربما ولاها شیأ من امر السوق."(56)

(اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ، اُم سلیمان رضی اللہ عنہا کی رائے کو اہمیت اور فوقیت دیتے تھے اور بسا اوقات بازار کے اُمور کا ان کو نگران بھی مقرر کیا۔)

عہدِ نبوی ﷺ اور دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تاریخ سے یہ اَمر ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت تھی، لہٰذا اگر کسی کے گھریلو اور مالی حالات ایسے ہیں کہ خواتین کو معاشی سرگرمیوں کی ضرورت ہے تو عفت وعصمت کی حفاظت اور ان کی صنفی ذمہ داریوں اور ضروریات کا لحاظ رکھ کر انھیں فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاسکتا ہے۔ اور شریعت میں اس کی مکمل گنجائش موجود ہے اور اسلام نے دیگر اُمور کی طرح اس اَمر میں بھی عورت کو کھلا راستہ دیا ہے، تاہم اسلام ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔

www.rahimia.org

سیاسی سرگرمیاں

ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات سیاسی اُمور میں بھی دل چسپی اور شعور اسی طرح رکھتی تھیں جیسے دیگر اجتماعی اُمور میں ان کا بھر پور کردار اور شرکت، عہدِ نبوی ﷺ اور دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں رہی ہے۔ اس اَمر میں صحابیات کا یہ رجحان فکر و عمل خود قرآن کی رہنمائی اور اس بابت حضور ﷺ کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کا نتیجہ تھا۔ چناں چہ فکر و عمل کی آلودگیوں سے پاک کرنے اور مستقبل میں ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کے لیے قرآن جو ہدایات مردوں کو دیتا ہے، وہی خواتین کو بھی دیتا ہے، بلکہ اس بابت ایک آیت مبارکہ میں اصل خطاب خواتین کو ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا

.....الآية. (57)

(اے نبی ﷺ! مومن خواتین آپ کے دستِ ہدایت پر جب یہ عہد کرنا چاہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ عمل زنا کا ارتکاب کریں گی، نہ اپنی اولادوں کو قتل کریں گی، نہ کسی پر ایسا الزام لگائیں گی، جو خود انھوں نے گھڑا ہو، اور نہ یہ خواتین معروف اُمور میں آپ کی نافرمانی کریں گی، (اگر خواتین ان اُمور کا عہد کریں) تو ان کی بیعت لے لیں اور اللہ سے ان کے گناہوں کی بخشش طلب کریں، بے شک اللہ تو مغفرت کرنے والے اور بڑے مہربان ہیں۔)

غور کیجیے جن اجتماعی ذمہ داریوں کے نبھانے کے مرد پابند ہیں، ان اُمور کی ادائیگی میں قرآن، خواتین کو برابر کا ذمہ دار بنا رہا ہے۔ ایک دوسری جگہ اس مفہوم کو خصوصاً ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے قرآن کہتا ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (58)

(تذکرہ اور چرچا کیا کرو (اے نبی کی بیویو!) ان آیات اور حکمت اور عقل و شعور پر مبنی باتوں کا جو تمھارے گھروں میں بیان کی جاتی ہیں۔)

قرآن حکیم کا یہ وہ مکمل پروگرام ہے، جس کی اشاعت کا ازواجِ مطہرات کے توسط سے صحابیات اور تمام مومن خواتین کو پابند کیا جارہا ہے، چناں چہ ہند رضی اللہ عنہا بنت السید، اُم ہشام رضی اللہ عنہا بنت حارثہ، رائطہ رضی اللہ عنہا بنت حیان اور اُم سعد رضی اللہ عنہا قرآن مجید کا درس دیا کرتی تھیں اور حضور ﷺ کے مشن کو عام کرنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام تو صحابیات میں معروف اور سرفہرست ہے۔ (59)

قرآن حکیم کے اس حکم کو ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات نے اچھی طرح سمجھا، اور اپنی صنفی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ممکنہ حد تک اپنے عمل و کردار کا بھرپور اظہار کیا تاہم قرآنی سیاست کو غالب کرنے کے لیے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مکمل تندہی اور پوری توانائی صرف کر کے بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔ اور سیاسی مشوروں، فیصلوں اور عملی جدوجہد میں ان کی ہر ممکن شرکت کا لحاظ رکھا گیا اور کوئی کمی نہ چھوڑی گئی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عہد نبوی ﷺ میں سیاسی اُمور میں خواتین کا سرگرم کردار بوجوہ کم ہونے کی بنا پر بعض لوگوں کو یہ شبہ یا غلط فہمی ہوئی کہ اس اَمر میں شاید خواتین صحابیات کا کوئی کردار نہیں ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ درج ذیل نکات کی روشنی میں اس اَمر پر غور کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ غزوات میں ازواجِ مطہرات و دیگر صحابیات رضی اللہ عنہما کی شرکت، عہد نبوی ﷺ میں کئی سیاسی اُمور میں ازواجِ مطہرات سے حضور ﷺ کی مشاورت اور دورِ خلفا میں اسی طرح صحابیات کا سرگرم عمل رہنا مذکورہ مفروضہ کی نفی کرتا ہے۔

۲۔ اس بابت مردوں کی نسبت خواتین کے کم تذکرے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں بن سکتے کہ ان کا کوئی کردار ہی نہیں رہا۔ ان کم تذکروں کا سبب سیاسی اُمور میں عورتوں کی عدمِ شرکت نہیں، بلکہ حیا اور پردہ داری کا وہ فطری اَمر مانع تھا جو ہمیشہ ہر مہذب معاشرے میں اہمیت کا حامل رہا ہے، اس کے باوجود کئی سیاسی اُمور میں ان کی شرکت اور غزوات میں سرگرمِ عمل کردار اصل صورتِ حال کو آشکارا کر دیتا ہے، اس کے برعکس کوئی

www.rahimia.org

مضبوط اور ٹھوس دلیل ایسی نہیں جو اس حقیقت کو رد کرتی ہو۔

۳۔ اس مسئلے پر ایک اور طرح سے بھی غور کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ احکاماتِ شرعیہ کی پابندی کے لیے جو شرائط (عقل و بلوغ) مردوں کے لیے ہیں وہی عورتوں کے لیے ہیں، اس بابت بعض مخصوص اور استثنائی حالتوں کے سوا مرد و عورت کو برابر مکلّف کیا گیا ہے، مثلاً عقائد و عبادات، معاملات، عدالت اور دیگر کئی اُمور میں مرد و عورت دونوں کے لیے شریعت میں ایک جیسے احکامات ملتے ہیں۔ قرآن یا حدیث نے یہ کہیں نہیں کہا کہ تجارت کے اصول مرد کے لیے اور ہیں اور عورتوں کے لیے اور، فلاں معاملہ مردوں کے ساتھ اور شرائط کے ساتھ ہوگا اور عورتوں کے ساتھ اور شرائط کے ساتھ، بلکہ عائلی اُمور میں قرآن نے دونوں کو اپنے اپنے دائرہ اور ضرورت کے لحاظ سے برابر حق دیا اور ہر معاملہ میں معروف (اچھی سماجی اقدار) کا دونوں کو برابر پابند کیا۔ جاننے والے جانتے ہیں عمل و تکلیف (مکلّف ہونا) کے ضابطوں کی یہی بنیاد ہے۔

۴۔ جب عورت عقائد، عبادات، عائلی ذمہ داریوں، معاملات اور تمام اخلاق کی اسی طرح پابند ہے، جس طرح کہ مرد تو صرف سیاسی اُمور کو الگ سے دیکھنے کی اساس کیا ہے؟

۵۔ سچ یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے ایسا امتیاز بالکل نہیں برتا، بلکہ جو خواتین یہ کردار ادا کرسکتی تھیں نہ صرف آپ ﷺ نے ان کی مکمل حوصلہ افزائی فرمائی، بلکہ ان کو مشاورت میں بھی شریک کیا، اور صحابیات عہد نبوی ﷺ اور دورِ خلافت راشدہ میں بدستور یہ مبارک فریضہ انجام دیتی رہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے کردار سے مثال

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

> ''میں جب کفار سے کوئی بات سنتا اور مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تو میں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہتا، وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہوجاتی تھی اور کوئی رنج (اجتماعی جدوجہد کا) ایسا نہ تھا جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے ہلکا اور آسان نہ ہوجاتا تھا۔''(60)

حضور ﷺ کی دینی اور سیاسی جدوجہد میں عورتوں کے کردار کی اس سے بڑی مثال پورے عہد نبوی ﷺ میں نہیں کہ پہلی وحی کی آمد کے بعد حضور ﷺ نے اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی مشکلات کا جب ادراک کیا، سماجی مشکلات اور بشری تقاضے قطار اندر قطار سامنے تھے، اس ذہنی کیفیت کا تذکرہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنی مشیر خاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور فرمایا خدیجہ رضی اللہ عنہا! مجھے تو اپنی جان جانے کا خطرہ ہے۔ اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات کہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات ﷺ کا حقیقی تعارف ہیں، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”کلا واللہ مایخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الکل و تکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔“(61)

(اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کریں گے، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور حق کے معاملہ میں ہمیشہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔)

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے یہ کلمات مقاصدِ نبوت کی وضاحت کے ساتھ ہر دور کے داعی حق کے لیے رہنما اصول اور خود اس کے عمل کی پرکھ بتاتے ہیں۔ غور کیجیے ایک خاتون فرائض رسالت کو کس گہرائی کے ساتھ سمجھ رہی ہے۔)

صلح حدیبیہ سے مثال

صلح حدیبیہ کے موقع پر مشکل یہ پیش آئی کہ شرائط صلح کو کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی کمزوری اور خفت تصور کر رہے تھے۔ اللہ پر مکمل بھروسہ اور دین کی کامیابی کا کامل یقین ہونے کی وجہ سے بہ ظاہر ان کمزور شرائط کو ماننے کا حوصلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ ہو رہا تھا۔ اس لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کی نمائندگی کرتے ہوئے حضور ﷺ سے مکالمہ کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری قربانی اور وفاداری پر آپ کو شک ہے؟ کہ دیگر جنگوں میں جرأت و بہادری کا ثبوت دینے والا نبی ﷺ ان کمزور شرائط پر اپنے دشمنوں سے صلح کر رہا ہے۔ گویا صحابہ کو یہ گمان گزرا شاید ہم میں کوئی

کمزوری ہے کہ اس جیسے معاہدے کی نوبت آ گئی، لیکن حضور ﷺ اپنے اخلاقِ کریمانہ کی وَجہ سے اس بات کو زبان پر نہیں لا رہے۔ حضور ﷺ اپنے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اس طرز کے معاہدے کی اصل روح اور ہے جو وقت کے ساتھ کھلے گی۔

دوسری طرف ایک شرعی مسئلہ تھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم احرام کی حالت میں تھے، شرائط صلح کی وَجہ سے اب کی بار عمرہ نہ ہوسکتا تھا، لازماً احرام کھولنا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے لیے آمادہ نظر نہ آتے تھے، اس حالت میں حضور ﷺ خیمہ میں تشریف لے گئے، زوجہ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے چہرے پر تشویش دیکھی تو سبب دریافت کیا، حضور ﷺ نے سارا ماجرا کہہ سنایا، جواب میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی سے کچھ کہے بغیر خاموشی سے قربانی کا جانور ذبح کر کے، سر کے بال اُتروا دیں اور احرام کھول دیں، آپ کا عمل مبارک دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم ذاتی رائے چھوڑ دیں گے اور خود بخود احرام اُتار دیں گے، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔(62) یوں یہ اہم سیاسی معاملہ اُم المومنین کی سیاسی بصیرت سے حل ہوگیا اور جماعت ایک بڑے بحران سے بچ گئی۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی تربیت سے صحابیات سماجی، سیاسی اور اجتماعی اُمور کو بہتر طریقے سے حل کرنے کا سلیقہ سیکھ چکی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے مثال

خلفائے راشدین کے دور میں اسی طرح ایک سیاسی پیچیدگی پیدا ہوگئی۔ یہ صورتِ حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں مختلف الرائے ہوگئی اور نوبت میدانِ جنگ تک جا پہنچی۔ یہاں اس مشکل مسئلہ کا پس منظر ذکر کرنا موضوعِ بحث نہیں، صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ انقلابی جماعتوں کو سیاسی اُمور میں اس طرح کے حالات کا سامنا ہوجاتا ہے۔ جذباتی اور سطحی سوچ سے ایسے مسائل کی گہرائی تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ حقیقت میں اختلافِ رائے کی

آزادی کی موجودگی میں ایسا ہوجاتا ہے اور اختلافِ رائے کو رد کرنا ارتقا کو روک دیتا ہے، بہرحال قطع نظر اس کے کہ حقیقی صورتِ حال کیا تھی، ہم دیکھتے اس سیاسی مسئلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک رائے کے حامل لوگوں کی قیادت کرتی ہیں اور اس اَمر میں ان کی رائے اور عمل نے معاملہ کو ایک خاص اہمیت اور رُخ دے دیا۔ اس سے یہ نتیجہ اَخذ کیا جاسکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اجتماعی اُمور سے کنارہ کش نہیں رہیں، لہٰذا جب کبھی عملی کردار کی نوبت آتی تو وہ اس سے بھی گریز نہ کرتی تھیں، البتہ ایسے واقعات عمومی طور پر نہ ہوئے، اس کا سبب اوپر ذکر ہوچکا، لیکن یہ ایک ایسی واقعاتی حقیقت ہے کہ ایسے (سیاسی) اُمور میں پس پردہ اور گھریلو گفتگو میں وہ بحثوں میں شریک ہوتی تھیں۔

آزادیٔ رائے عہدِ نبوی ﷺ میں

نبی اکرم ﷺ نے صحابیات کو دینی و سیاسی اور ریاستی اُمور میں ایسی تربیت دی کہ وہ پورے اعتماد اور کھلے ذہن سے ان اُمور پر سوچتیں اور ضرورت پڑنے پر مناسب انداز سے اپنی رائے کا اظہار کرتیں، اگر بات معقول ہوتی تو اسے مناسب اہمیت بھی دی جاتی۔

اس طرح کا ایک واقعہ عہدِ نبوی ﷺ میں بھی پیش آیا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو جب غلامی سے آزادی ملی تو شرعی حق کی وَجہ سے انھیں حق خودارادی بھی ملا کہ چاہیں تو اپنے خاوند (مغیث رضی اللہ عنہٗ) جو غلام تھے، ان سے رشتۂ ازدواج برقرار رکھیں یا علاحدگی اختیار کریں۔ انھوں نے علاحدگی کا فیصلہ کیا، ان کے خاوند یہ رشتہ برقرار رکھنا چاہتے تھے اور ان کی پریشانی کا عالم یہ تھا کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے ہوتے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہٗ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ ﷺ کو مغیث رضی اللہ عنہٗ کی محبت اور بریرہ رضی اللہ عنہا کی بے اعتنائی پر تعجب نہیں ہوتا۔ اس لیے حضور ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

”لوراجعتنیه، قالت یارسول الله تأمرنی قال انما اشفع قالت لاحاجة لی فیه.“ (63)

(اگر تم اپنی رائے سے رجوع کرلو؟ بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لیے یہ آپ ﷺ کا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں پھر مجھے اس میں مشورے کی ضرورت نہیں۔)

اس حدیث پر غور فرمایئے اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ صحابیہ اس جماعت میں سے ہیں، جو حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع میں قطعاً غفلت کا شکار نہیں ہوتی، اسی لیے پہلے پوچھتی ہیں کہ اگر حکم ہے تو قبول ہے۔ اور اپنے حق کو بغیر کسی دباؤ کے استعمال کرتی ہیں، آزادیٔ رائے اور حق خودارادیت کی اس سے بڑی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔

خواتین کو صرف ذاتی اُمور ہی میں یہ آزادی حاصل نہ تھی، بلکہ اجتماعی اُمور میں رائے دینے اور فیصلہ کرنے کا اعزاز بھی ان کو حاصل تھا۔ چناں چہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے آں حضرت ﷺ عرض کیا، میں نے ابن ھیرۃ کو پناہ دی، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، وہ اس کو قتل کر کے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا:

”قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی.“ (64)

(اے ام ہانی! جسے آپ نے پناہ دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر عورت کوئی ایسا فیصلہ کرے جو ملک و قوم کے فائدہ میں ہو، اہل اور ذمے دار لوگ اسے مفید سمجھیں تو محض اس لیے کہ یہ اقدام ایک عورت نے کیا ہے، رد کر دینا، اس حدیث کی روشنی میں غلط ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تمھارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں اور تمھارے مال دار، سخی ہوں اور تمھارے معاملات آپس میں مشورے سے ہوں تو زمین کی پشت تمھارے لیے اس کے اندر سے بہتر ہے۔ (دنیوی زندگی بسر کرنا تمھارے لیے باعثِ خیر ہے۔)

اور اگر تمھارے حکمران تمھارے بدترین لوگ ہوں اور تمھارے مال دار بخیل ہوں

اور تمھارے معاملات تمھاری عورتوں کے سپرد ہوجائی، یعنی اُمورِ ریاست اور فیصلوں کا مکمل اختیار صرف عورتوں کے سپرد کردیا جائے، اور مرد بالکل غافل ہوجائیں تو زمین کا اندر تمھارے لیے زمین کے اوپر سے بہتر ہے۔ پھر معاشرے کی تباہی ہے۔ (65)

لہٰذا اس سے خواتین کے سیاسی اور اجتماعی کردار کی قطعی نفی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ ایسے (سیاسی) اُمور میں صحابیات سے کبھی بھی مشورہ نہ کرتے اور اگر وہ از خود مشورہ دے دیتیں تو اسے قبول نہ کرتے۔ جب کہ احادیث مبارکہ میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی۔

آزادیٔ رائے عہدِ خلفا میں

اہل خواتین سے مشاورت کا یہ سلسلہ دورِ خلفا میں بھی جاری رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اپنے دورِ خلافت میں باقاعدہ خواتین سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے ایک مرتبہ بعض سماجی مسائل اور تقاضوں کے پیش نظر نکاح کے موقع پر مقرر کیے جانے والے مہر کی مقدار کو کم کرنا چاہا اور اور ایک عمومی اجتماع میں اس پر رائے ظاہر کی تو ایک خاتون اُٹھیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کی رائے سے اختلاف کیا، اس کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے اپنی رائے پر عمل درآمد روک دیا۔ اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

> ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ عورتوں کے زیادہ مہر نہ باندھو۔ مجلس میں سے ایک عورت اُٹھی اور اس نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! اس معاملے میں آپ کو دخل دینے کا حق نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اگر تم نے عورتوں کو زیادہ مال دیا تو اس میں سے واپس کچھ نہ لو''، یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے اپنی رائے واپس لے لی اور کہا: ''عورت نے صحیح بات کی اور عمر رضی اللہ عنہ، نے خطا کی۔'' (66)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اپنے دور کے جری حکمران تھے۔ ان کو ایک عام

عورت نے برسرِ عام ٹوک دیا، لیکن عمر رضی اللہ عنہٗ ماتھے پر شکن لائے بغیر نہ صرف اسے تسلیم کرتے ہیں، بلکہ مخالف کی رائے کو درست قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اوّلین دور میں عورت کو کس قدر تمام شہری خصوصاً معاشی، سیاسی حقوق دیے گئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی اور اس روشنی میں پالیسیوں کی تشکیل ہی ایک صالح معاشرہ کے قیام کی روح ہے۔ اسلام کے اوّلین دور میں اس اصول پر پوری طرح عمل کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ یا حضرت علی رضی اللہ عنہٗ میں سے کسی ایک کے انتخاب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں غور وفکر ہورہا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہٗ بن عوف کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ تحقیق کر کے بتائیں کہ لوگ کس کے حق میں رائے رکھتے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہٗ بن عوف نے بہت سے لوگوں سے مل کر ان کی رائے معلوم کی۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں:

”حتی خلص الی النساء المخدرات فی حجابھن.“ (67)

(حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہٗ نے باپردہ خواتین سے بھی ان کی رائے معلوم کی۔)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بنواُمیہ کے دور میں مجلس مشاورت کی ذمہ دار ممبر تھیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سیاسی نظام میں عورت کی شرکت نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے۔

سیاسی اُمور میں عورتوں کی شرکت کا معاملہ صرف قرنِ اولیٰ میں ہی نہیں رہا، بلکہ دورِ آخر کے علما اور فضلا کے ہاں بھی رہا ہے۔

آزادیٔ ہند میں خواتین کا کردار

آزادیٔ ہند کی تحریک میں بہت سی خواتین کے نام تاریخ اپنے دامن میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔ اس حوالے سے برصغیر کی تحریکِ آزادی کے قومی رہنما مولانا ابوالکلام آزادؒ کی اہلیہ زلیخا بیگم کے دو واقعات لائق مطالعہ ہیں۔ ایک خاتون، زلیخا بیگم کو کہتی ہیں کیا بات

www.fahimia.org

ہے آپ کی آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں تو موصوفہ جواب میں کہتی ہیں:

''آج کل مولانا آزاد قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں، رات کو 2 بجے اُٹھ بیٹھتے ہیں، جتنی دیر لگے وہ لکھتے ہیں، میں پنکھا جھلتی ہوں، موسم بہت گرم ہے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جاگیں، محنت کریں اور میں آرام سے سوتی رہوں۔''(68)

10/دسمبر 1921ء کو ایک مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے جب مولانا آزادؒ کو کلکتہ جیل میں ڈالا گیا تو زلیخا بیگم مہاتما گاندھی کو خط لکھتی ہیں، جس میں مولانا آزادؒ کو ملنے والی سزا پر تبصرہ ہے، لکھتی ہیں:

''میرے شوہر مولانا ابوالکلام آزاد کے مقدمہ کا فیصلہ آج سنوایا گیا۔ انھیں صرف ایک سال کی قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ یہ نہایت تعجب انگیز طور پر اس سے بدرجہا کم ہے، جس کے سننے کے لیے ہم تیار تھے۔ اگر سزا و قید قومی خدمات کا معاوضہ ہے تو آپ تسلیم کریں گے کہ اس معاملے میں بھی ان کے ساتھ سخت ناانصافی برتی گئی، یہ تو کم سے کم بھی نہیں ہے، جس کے وہ مستحق تھے۔''(69)

مولانا محمد علی جوہرؒ کی والدہ آبادی بیگم کے خاندان نے جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ قومی آزادی کے لیے ان کی تڑپ اور انگریز کے خلاف ان کی سوچ کا اندازہ مندرجہ ذیل الفاظ سے کیجیے:

''میں نے اپنے (قومی) جھنڈے کو لال قلعہ دہلی سے (1852ء میں) اُترتے دیکھا، اب میری آرزو یہ ہے کہ بدیسی (انگریزی) جھنڈے کو لال قلعہ سے اُترتے دیکھوں۔''

ان پاک باز اور قابلِ احترام خواتین کا سیرت و کردار مسلمان عورتوں کے لیے ہمیشہ روشنی کا سبب رہے گا، وہ ان پاک طینت اور بہادر خواتین کی اتباع میں اپنی زندگیاں سنوار سکتی ہیں۔ ان نیک خواتین نے کردار کی عظمت کا بیش بہا سرمایہ چھوڑا ہے، ان خواتین کی قربانیاں تاریخ اسلام کا سرمایہ ہیں۔ ان کی زندگیاں سراپا نور تھیں۔ تاریخ اسلام میں خواتینِ اسلام کا یہ کردار ہماری قومی غفلت، بے حسی اور سیاسی پژمردگی کی حالت میں عمدہ احساس پیدا کرتا ہے۔

www.rahmia.org

حقوقِ نسواں کا مغربی پروپیگنڈا اور اس کا جائزہ

یہاں یہ اَمر قابل غور ہے کہ قبل از اسلام عورت کو معاشرے میں اس کے جائز مقام سے محروم رکھا گیا اسلام نے آ کر عورت کے گھریلو کردار کی ضرورت و اہمیت، اس کے حقوق و فرائض، اس کے دائرۂ عمل اور اس کے عز و شرف کو نمایاں طور پر اُجاگر کیا۔

دیگر اُمور کی طرح اس اَمر میں بھی اسلام کی جامعیت کو انصاف پسند لوگوں نے تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ عورت کے ان فطری اور ذاتی حقوق کی فراہمی کے ساتھ اسلام نے عورت کو اجتماعی زندگی میں بھی مفید اور مؤثر کردار دیا۔ اس طور پر کہ اس کی عفت و عصمت کے مکمل تحفظ کے ساتھ اسے اجتماعی سرگرمیوں کا ایک قابل قدر حصہ بنا دیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو گم نامی، ذلت اور بے کاری کی دلدل سے نکالا اور صدیوں تک عورت معاشرتی ترقی کے میدان میں اپنا مفید کردار ادا کرتی رہی، مگر مسلمانوں کے اجتماعی زوال نے معاشرہ پر جو بُرے اَثرات مرتب کیے، ان میں سے ایک مسئلہ عورت کی حیثیت کا بھی ہے۔ آزادی اور حقوقِ نسواں کے خوب صورت نعروں کے ساتھ عورت کو کم و بیش وہی حیثیت دے دی گئی ہے، جو قبل از اسلام تھی۔ آج عورت مرد کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہے۔ اس کی حیثیت مختلف کمرشلز کی زینت بننے اور کمینہ صفت لوگوں کے عشرت کدوں کا سامان فراہم کرنے سے زیادہ نہیں۔ اس کے برعکس مغرب بہت زور و شور سے یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ اس نے عورت کو سماجی، سیاسی حقوق دیے ہیں۔ اگر اس دعوے کا جائزہ خود یورپین مفکرین کے خیالات کی روشنی میں لیا جائے تو حقیقی صورتِ حال مختلف نظر آتی ہے۔ ماڈل آف ڈیموکریسی کے مصنف ڈیوڈ میلڈ نے عورت کی حیثیت اور آزادی کے مختلف نظریات کا تذکرہ کرکے تجزیہ کرتے ہوئے:

”Wollstonecraft کی رائے کا تأثر یوں بیان کیا (اس) آزادانہ روایت کو ہمیشہ کے لیے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ غیر سیاسی سرگرمیوں کی دنیا ریاستی اَثر و رسوخ سے آزاد دنیا ہے اور فطرتاً اس (عورت) کی جگہ اس دائرہ (غیر سیاسی) میں بنتی ہے۔ اس کے مطابق عورت کی حیثیت سیاسی اور عوامی معاملات میں نام کی ہے۔ اس اَمر کو سختی سے ملحوظ

رکھتے ہوئے کہ کون سی چیز عوامی معاملات میں شامل ہونی چاہیے اور کون سی نہیں۔" (70)

اس کے بعد ڈیوڈ نے مزید لکھا:

"مرد اور عورت کے درمیان تعلق طاقت کی بنیاد پر قائم تھا، اگرچہ اس کا نقصان دہ پہلو وقت کے ساتھ کچھ کم ہوا ہے، لیکن طاقت ور کا قانون اب زمینی قانون میں بدل چکا ہے۔" (71)

سیاسی اُمور میں امریکا کے اندر خواتین کو جو حقوق حاصل ہیں، ان کے بارے میں سنٹر فار امریکن ویمن ان پالیٹکس (Centre for American Women in Politicis) کے 2003ء کے اعداد و شمار کے مطابق مقنّنہ میں ان کو برابری کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ (72)

عورتوں کے ساتھ روزگار میں تفریق برتی جاتی ہے اور کم تر درجہ کے کاموں کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، امریکن ایسوسیشن آف یونیورسٹی آف ویمن نے مئی 2003ء میں رپورٹ جاری کی، جس کے مطابق:

"امریکی خواتین کو آج بھی وہی ملازمت ملتی ہے جس میں کم معاوضہ ہو۔ جس کا دائرہ عمل بہت محدود ہو اور ایسی ملازمتیں دی جاتی ہیں جو خواتین کے لیے مخصوص سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے ہوٹل میں خانساما۔ استقبالیہ پر خوش آمدید کہنے والی۔" (73)

گویا مغرب؛ سوسائٹی میں عورت اور مرد کا صحیح مقام متعین کرنے میں اب تک کامیاب نہیں ہوسکا۔ غور کیجیے یہ خیالات اور تأثرات اس وقت پیش کیے جارہے ہیں، جب یورپ خود کو حقوقِ نسواں کا سب سے بڑا Champion قرار دیتا ہے، اگر یورپین مفکرین غیر جانبدارانہ طریقے سے تعلیماتِ اسلام کا عمیق مطالعہ کر لیتے تو انھیں اس مسئلہ کا حل بھی مل جانا تھا اور مستشرقین کو اسلام پر بہتان طرازی کی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔

مغرب سے متأثر اور مداح یہ کہتے ہیں کہ "ہم اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لیے یورپ پر تنقید کرتے ہیں۔" جو لوگ ایسی (منفی تنقید کی) روش اپنائے ہوئے ہیں، ہمیں ان سے تو کوئی سروکار نہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ اَدھورا سچ ہے۔ یورپین فکر اور کلچر سے متأثر لوگ تصویر کا مکمل رُخ پیش نہیں کرتے۔

امریکا کے ایک پروفیسر اسٹیون گولڈ برگ اپنی کتاب The Inevitability of Patriarchy. (نظامِ پدرسری کی ناگزیریت) میں لکھتے ہیں:

''معاشرے میں عورت مرد کے فرق کی وَجہ سے حقیقتاً کوئی سماجی دباؤ نہیں ہے، بلکہ دونوں جنسوں میں بنیادی فرق اس کا سبب ہے۔''(74)

اس کتاب کی اشاعت کے بعد پروفیسر موصوف کو امریکا کی خواتین کی طرف سے نہایت سخت خطابات ملے مثلاً (Pig) ''خنزیر'' اور (Male Sadist) ''مرد سادی'' وغیرہ۔ ''مرد سادی'' کا مطلب ہے ''ایسا مرد جو عورت کے حق میں ظالم ہو۔'' اس بارے میں امریکا کے اندر خاصہ ہنگامہ کھڑا ہو گیا بات اخبارات تک پہنچی، چناں چہ پروفیسر گولڈ برگ سے جب ''ڈیلی ایکسپریس'' کا نمائندہ ملا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا:

"The feminisists hate me, but I believe that the universality in all societies cannot be explained by social conditioning." (75)

(مساواتِ نسواں کی علم بردار خواتین مجھ سے نفرت کرتی ہیں، مگر مجھے یقین ہے کہ تمام انسانی معاشروں میں مرد کا عمومی غلبہ صرف سماجی حالات کی وَجہ سے نہیں ہوتا۔)

پروفیسر گولڈ برگ اس پر خاصی تفصیلی اور طویل گفتگو کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ سیاسی، سماجی معاملات میں مرد کے مقابلہ پر عورت کردار ادا کرنے کی اہل نہیں ہے اور یہ سماجی اقدار کی وَجہ سے نہیں، بلکہ عورت اپنی پیدائشی جبلت کے ہاتھوں مجبور ہے۔

غور فرمایئے کہاں عورت کو تمام حقوق کی فراہمی کے دعوے اور کہاں اس کو اس کا اہل ہی نہ ماننا۔ جب کہ قرآن دونوں کو برابری کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (76)

(اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مدد گار ہیں۔ حکم کرتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے۔)

یہاں قرآن نے اجتماعی اور سماجی ذمے داریوں کو نبھانے کے حوالے سے دونوں کو برابر

www.rahmia.org

کا ذمہ دار بنایا ہے۔ یہی اصول دیگر احکامات میں بھی رہا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر۳۴:

(اللہ کی طرف سے نازل کردہ ان آیات اور حکمت کی باتوں کا چرچہ اور تذکرہ کیا کرو، جو تمھارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔)

میں عورت پر وہی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جو الگ سے مردوں پر ڈالی گئی۔

اور پھر آیت نمبر۳۵:

(بے شک اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں اور فرماں بردار مردوں اور فرماں بردار عورتوں اور سچے مردوں اور سچی عورتوں اور صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں اور عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں اور خیرات کرنے والے مردوں اور خیرات کرنے والی عورتوں اور روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں اور پاک دامن مردوں اور پاک دامن عورتوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے بخشش اور بڑا اَجر تیار کیا ہے۔)

میں عمل اور کردار کے حوالے سے مرد و عورت کے عمل اور نتائج کو یکجا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس ضمن میں قرآن کی متعدد آیات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ انصاف کیجیے جدید یورپ نے عورت کے ساتھ انصاف کیا ہے یا اسلام نے؟ اس تجزیہ کے لیے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (1984ء) کی ایک عبارت مغربی یورپ کی حقیقی صورتِ حال کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں:

''اقتصادی میدان میں گھر سے باہر کام کرنے والی عورتیں بہت زیادہ تعداد میں کم تنخواہ والے کاموں میں ہیں اور ان کا درجہ سب سے نیچا ہے۔ حتی کہ عورتیں ایک ہی کام میں مرد سے کم تنخواہ پاتی ہیں۔ امریکا میں خاتون کارکنوں کی اوسط تنخواہ مردوں کے مقابلہ میں 60 فی صد ہے، جاپان میں یہ اوسط 55 فی صد ہے، سیاسی طور پر عورتیں بہت بڑے پیمانے پر نمائندگی سے محروم ہیں۔ قومی اور مقامی حکومتوں میں نیز سیاسی پارٹیوں میں۔''(77)

جب کہ اس کے برعکس مرد و عورت کے بنیادی حقوق کی بابت قرآن کہتا ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ." (78)

(مرد جیسا عمل کریں گے ایسا پھل ان کو ملے گا اور عورتیں جیسا عمل کریں گی ویسا ہی پھل ان کو ملے گا۔)

عصر حاضر میں خواتین کے استحصال کی نوعیت اور اس کے انسداد کا طریقہ

اسلام عورت کی حیثیت معاشرے میں کیا متعین کرتا ہے؟ قرآن و حدیث، آثارِ صحابہؓ اور تاریخ کی چند مثالوں سے اسلام کا نقطۂ نظر سامنے آ گیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے مساوات کا صحیح مفہوم پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مساوات (مرد و عورت) کا ایک تصور تو جدید یورپ کا ہے۔ اس کے مقابلے پر ایک تصور شدت پسند مذہبی اور خود یورپین طبقات کا ہے۔ جب کہ ایک متوازن رائے وہ ہے جو تمام نصوص، عہد نبوی ﷺ اور دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کو سامنے رکھ کر بنتی ہے۔

اس مقام پر یہ خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ عورت اور مرد کی مساوات کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ ہر معاملے میں مرد و عورت کو برابر کر دیا جائے۔ یہ غیر فطری بات ہے۔ مغربی یورپ کے بعض آزاد فکر مفکرین نے عورت کے حقوق کے تعین میں یہ غلطی کی ہے کہ اس نے دونوں کے فطری رجحانات کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ دوسری طرف سطح بیں مذہبی شدت پسندوں نے معاملے کو گہرائی سے نہیں دیکھا، بلکہ دباؤ اور ردِ عمل کی نفسیات کے تابع ہو کر قرآنی آیات کو سطحی انداز سے دیکھا، جس سے معاملہ مزید اُلجھ گیا۔ اس ضمن میں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ. (79)

(مرد، عورتوں کے نگہبان ہیں اس سبب کہ اللہ نے ان میں سے کچھ کو کچھ پر فضیلت دی اور اس سبب کہ وہ اپنے مالوں میں خرچ کرتے ہیں)

کی آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے نظام میں وہ تمام کام جن کے لیے فعال صلاحیت درکار ہے، وہ سب مرد کے ذمہ ہیں، مثلاً کمانا، دفاع کرنا، گھر سے باہر کے مسائل کا انتظام کرنا۔ ان کاموں کے لیے فطری اور طبعی طور پر مرد

www.rahimia.org

زیادہ موزوں ہے۔ گویا خاندان کی تعمیر میں مرد وعورت کے بھرپور کردار کو اسلام نے الگ الگ متعین کیا ہے۔ انتظامی اُمور کو بہتر طور پر چلانے کے لیے کسی ایک فریق کو اختیار دینا ضروری تھا، تاکہ درست فیصلہ سازی میں خلل نہ پڑے۔ یہ ذمہ داری مرد کو دی گئی، لیکن اس سے نہ عورت کے حقوق میں کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ اعمال و کردار کے ثمرات میں مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اس بنا پر مساوات کا صحیح مفہوم ''حیثیت میں مساوات'' ہے، یعنی یہ کہ ہر انسان (مرد وعورت) کو یکساں انسانی حقوق ملیں۔ ہر ایک کو یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جائے اور ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا جائے۔

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے ہاں یہ ہوا کہ ہم نے بیویوں کو اپنا محکوم بنایا اور انھیں ذلیل سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے گھروں کی فضا محکومی اور ذلت سے آلودہ ہوگئی ہے۔ ہم اس فضا میں سانس لیتے ہیں اور ہمارے بچے اس میں پلتے ہیں۔ ہماری اس گھریلو زندگی کا اثر ہماری گھر سے باہر کی پوری زندگی پر پڑا اور جس طرح ہم نے گھر کے اندر اپنی عورتوں کو محکوم اور ذلیل سمجھا، اسی طرح ہم گھر کے باہر خود بھی ذہناً، طبعاً اور اخلاقی لحاظ سے محکوم اور ذلیل ہوگئے اور ہماری اولاد اس سانچے میں ڈھلتی چلی گئی۔ سچ پوچھو تو ہماری موجودہ قومی پستی، جمود، بے ضمیری اور عدمِ ثبات و استقامت بہت حد تک ہماری اسی گھریلو زندگی کی وَجہ سے ہے، اب اگر ہمیں آزاد ہونا ہے اور اس دنیا میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی اپنے اندر ہمت پیدا کرنا ہے تو ضرورت ہے کہ ہم اپنی عورتوں کے اندر عزتِ نفس اور رفاقت کا شعور پیدا کریں۔''(80)

جب کہ دوسری طرف یورپ نے مرد وعورت کے حقیقی تصور انسان اور ان دونوں کے دائرہ کار کا لحاظ رکھنے میں شدید غلطیاں کی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی رائے میں اس کا سبب یہ ہے کہ: ''روایتی معاشرے جب اپنی بنیادمیں کسی بگاڑ کا شکار ہونے لگتے ہیں، تو اس کے آثار سب سے پہلے ان کے تصور انسان میں نمودار ہوتے ہیں اور یہاں سے رفتہ رفتہ عقائد و اعمال کو بھی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اسلام جس اسلوبِ معاشرت کو ضروری

قرار دیتا ہے، وہ انسان اور انسانیت کے اسی ماڈل کے حصول، حفاظت اور پرداخت کے لیے ہے، جس کے بغیر دین کے انسانی حوالے سے کوئی معنی باقی نہیں رہتے، یہی وَجہ ہے کہ جب ہم نے مغرب کے تصورِ انسان سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کا آغاز کیا تو پہلے قدم پر زندگی کے ان اقدار سے روگردانی کی ضرورت پیش آئی، جن کے ذریعہ سے دین کا مطلوبہ انسانی ماحول، جس کے اصولی حدود کسی تغیر یا بالفاظِ دیگر تاریخی دباؤ کو قبول نہیں کرتے، تشکیل پاتا ہے۔ اس ماحول میں عورت اور مرد قطبین کی حیثیت رکھتے ہیں، انھی سے زندگی میں وہ توازن پیدا ہوتا ہے، جس کے بغیر انسان کی حقیقی معنویت اور کارگاہِ ہستی میں اس کا مجموعی کردار سامنے نہیں آسکتا۔ ''عورت و مرد محض دو حیاتیاتی اصناف نہیں، بلکہ حقیقتِ انسانی کے دو مظاہر ہیں۔ عورت میں اس حقیقت کا ارتکاز، سکون اور اندرونی پن کارفرما ہے اور مرد میں پھیلاؤ، حرکیت اور آفاقیت۔'' مغربی تہذیب اس اصول کے انکار پر کھڑی ہے اور اس کے زیرِ اثر عالمِ اسلام میں بھی فکر و احساس کی جو تبدیلیاں برپا ہوئیں، ان کا بڑا اظہار آزادیٔ نسواں کے مطالبہ میں ہوا۔ یہ مطلوبہ آزادی فقط چادر اور چار دیواری سے نہیں، بلکہ پورے دین سے نکلنے کی آزادی تھی۔''(81)

ایسے فکر و عمل کے حاملین اسلام کو دقیانوسی مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں اور مغربی یورپ اپنے تئیں خود کو آزادی اور حقوقِ نسواں کا امام سمجھتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آج عورت کے ساتھ جاہلیت کے دور کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔ جہالت محض رسمی علم سے ناواقفیت کا نام نہیں ہے، بلکہ جہالت ایک رویہ کا نام ہے جو رسمی علم کے حامل لوگوں میں بھی ہوسکتی ہے۔

مغربی یورپ میں عورت کو آزادی کے نام پر انسانیت کے مقام سے بھی گرا دیا گیا ہے۔ آزادیٔ نسواں کے نام پر اس کی عزت و ناموس کو پامال کر دیا گیا ہے۔ آج اچھی یا کسی بری سے بری چیز کی تشہیر عورت کی جسمانی نمائش کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، یوں عورت کو کاروباری مقاصد میں ایک بہت گھٹیا او رذلت آمیز حیثیت دی گئی ہے۔ مرد کی انتظامی ذمہ داری (Administration) کو مغربی تہذیب میں ظلم قرار دے کر عورت کو گمراہ کیا

گیا ہے اور باہمی اعتماد کے اس رشتہ کے حوض کو گدلا کر دیا گیا ہے، نتیجتاً خاندان کی ترتیبی وحدت باقی نہ رہی اور عورت ہر قسم کی ذمے داریوں سے آزاد ہوگئی، دراصل یہ ایک انتہا سے دوسری انتہا کا سفر ہے، ظاہر ہے کسی بھی نوعیت کی انتہا پسندی مرض کہلاتی ہے۔ اس آزادی کے نام پر عورت کی ترقی کی بجائے اس کے استحصال کا جذبہ کارفرما ہے۔ حتیٰ کہ بداخلاقی (جنسی بے راہ روی) کو بھی اس کا حق قرار دے دیا گیا ہے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ شادی بھی ایک بوجھ قرار دی گئی، جس سے فراہمی حقوق اور حقیقی آزادی میں خلل اور مسرتوں کا خون ہوتا ہے۔

مغربی یورپ کی موجودہ تہذیب نے عورت کو مرد کے مقابل کھڑا کر کے اس کو اپنی حیثیت سے گرا دیا ہے، جس سے سوسائٹی میں ایک زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے، جو دن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے اور بے شمار خرابیوں کا باعث بن رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ مذہب و اخلاق کے غلط تصور نے ایک عرصہ تک عورت کو اس کے فطری حقوق سے محروم کیے رکھا، جس کا ردِ عمل مکمل بغاوت اور انارکی میں ظاہر ہوا، جس سے اب مرد اور عورت دونوں پریشان ہیں اور بات اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ اس کو ''روک'' لگانے میں سب بے بس ہیں۔ اگر کوئی ذرا ہمت کرتا بھی ہے تو اس پر رجعت پسندی (Reactionary) کا الزام لگتا ہے، جو اس دور کا سب سے بڑا جرم ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہم اپنے معاشرے میں عورت کے صحیح مقام کا تعارف کروائیں۔ اس کے لیے ہمیں مغربی یورپ کے غلط تصورات سے بھی بچنا ہے اور اپنے تنگ نظر اور شدت پسند لوگوں کی سوچ سے بھی۔ اس بنا پر حکمت و دانائی کے ساتھ اس جبر کے ماحول کو ختم کرنا اصل کام ہے، ظاہر ہے اس مقصد کے حصول کا اوّلین مأخذ اور آئیڈیل دورٔ اسلام کا اولین دور ہے، اس ضمن میں ہمیں حضور ﷺ کی خانگی زندگی کا مطالعہ کرنا ہوگا، تاکہ توازن قائم رکھتے ہوئے ایک انتہا یعنی ''غلامی'' اور دوسری انتہا ''آوارگی'' سے بچا جا سکے اور عورتوں کے انسانی مقام و کردار کو تسلیم کر کے ان کو اجتماعی عمل کا ایک مفید حصہ بنایا جا سکے۔

www.rahimia.org

حاصلِ بحث

1۔ قبل از اسلام عورت کی حیثیت کا تعین افراط وتفریط کا شکار رہا ہے۔
2۔ قبل از اسلام عورت کو ایک مال اور متاع کی حیثیت دی جاتی تھی۔
3۔ ظہورِ اسلام سے قبل یہود کے ہاں یہ تصورات تھے کہ عورت کو خاموشی سے خدمت گزاری سیکھنا چاہیے، اسے پڑھانا نہیں چاہیے، اس کی مغفرت صرف اس میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرے۔
4۔ مسخ شدہ عیسائیت نے ایک زمانے تک عورت پر یہ کہہ کر مظالم ڈھائے کہ جادوگری کا اصل محور عورت ہے چناں چہ یورپ میں جادوگرنیوں کی آڑ میں عورت کے خلاف زبردست مہم چلائی گئی، دلیل یہ دی گئی کہ عورت اور شیطان ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔
5۔ قدیم یونان میں عورت کی حیثیت بچہ پالنے والی غلام کی سی ہوکر رہ گئی تھی۔
6۔ قدیم روم میں ایک عورت کی قانونی حیثیت کامل محکومی تھی۔
7۔ عورت کی بابت اسلام کا نقطۂ نگاہ قبل از اسلام کی حالت سے مختلف ہے۔
8۔ اسلام عورت کے حقوق کا لحاظ کرنے والا دین تسلیم کیا گیا ہے۔
9۔ سماجی زندگی میں ''خاندان'' ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، اسلام کی نگاہ میں اس اکائی میں مرد اور عورت ایک نوع (انسان) کی دو مختلف اصناف ہیں۔
10۔ طبعی اور فطری فرق کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے۔ یہی فرق ان دونوں کے الگ الگ حقوق وفرائض کے تعین کا باعث بنتا ہے۔
11۔ فطری فرق کے علاوہ مرد وعورت کے درمیان تمام امتیازات کو ختم کر کے اسلام دونوں کو صحت مند معاشرے کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔

www.rahimia.org

12۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار مرد و عورت کے رشتے کو خراب کرنا ہے۔

13۔ ضرورت ہے کہ مرد عورتوں کے اندر عزتِ نفس اور رفاقت کا شعور پیدا کیا جائے۔

14۔ اسلام ہی وہ پہلا نظامِ حیات ہے، جس نے عورتوں کے حقوق کی فراہمی کا دروازہ کھولا۔

15۔ اسلام نے آ کر پہلی بار عورت کو جائداد میں وراثت کا حصہ دار قرار دیا۔

16۔ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو 19 ویں صدی عیسوی تک بھی جائداد میں وراثت کا حصہ حاصل نہ ہو سکا تھا۔

17۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں صرف پانچ عورتیں پڑھنا جانتی تھیں، ان میں سے دو ایسی تھیں جو پڑھ تو سکتی تھیں، مگر لکھ نہ سکتی تھیں۔

18۔ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات اشاعت اسلام، جنگی خدمات کے علاوہ معاشی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی تھیں۔

19۔ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات سیاسی اُمور میں بھی دلچسپی اور شعور اسی طرح رکھتی تھیں جیسے دیگر اجتماعی اُمور میں ان کا بھرپور کردار اور شرکت، عہدِ نبویؐ اور دورِ خلفائے راشدینؓ میں رہی ہے۔

20۔ عہدِ نبویؐ و دورِ خلفائے راشدینؓ میں صحابیات دینی، سیاسی اور سماجی اُمور میں آزادانہ رائے دیتی تھیں اور رائے صائب ہونے کی صورت میں اس کے مطابق فیصلے بھی کیے گئے۔

21۔ حقوق نسواں کا مغربی پروپیگنڈہ وہاں کے زمینی حقائق کے برعکس ہے۔

22۔ امریکا میں خاتون کارکنوں کی اوسط تنخواہ مردوں کے مقابلے میں کم و بیش 60 فی صد ہے، اسی طرح جاپان میں یہ اوسط 55 فی صد ہے۔

23۔ آج عورت کے ساتھ جاہلیت کے دور کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔

24۔ مغربی یورپ کی موجودہ تہذیب نے عورت کو مرد کے مقابل کھڑا کر کے اس کو

www.rahinjia.org

اپنی حیثیت سے گرا دیا ہے۔

25۔ عورتوں کے حقیقی مقام کو جاننے کے لیے ہمیں حضور ﷺ کی خانگی زندگی کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

26۔ عصرِ حاضر کے اجتماعی اُمور میں عورت کی شرکت اور درست حیثیت کے تعین کے لیے عہد نبویؐ و دورِ خلفائے راشدین میں کافی رہنمائی موجود ہے۔

27۔ سیاسی، سماجی و معاشی سرگرمیوں میں عورت کو چند حدودوقیود کے ساتھ شرکت کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

☆

www.rahimia.org

حوالہ جات وحواشی

1. دیکھئے! کحالہ، عمر رضا، اسلام النساء فی عالمی العرب والاسلام، مطبع بیروت (س.ن) ۲: ۳۰۰
2. سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۱۹۵۶، ک: النکاح، ب: الرجل یعتق امته ثم یتزوجها
3. غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدهن یوماً لقیهن فیه فوعظهن وأمرهن. بخاری، حدیث نمبر ۹۹، ک: العلم، ب:هل یجعل للنساء یوم علی حدة فی العلم
4. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۷۲۴۶، ک: أخبار الآحاد، ب: ما جاء في الاجازة خبر الواحد الصدوق.
5. ابن سعد، محمد بن سعد، ابو عبدالله، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت (س.ن) ۸: ۲۱۶
6. ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۷۵
7. فاکثر الناس اخذوا عنها و نقلوا عنها من الاحکام والآداب شیأ کثیرا حتی قیل ان ربع الاحکام الشرعیة منقول عنها. ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی (ت: ۸۵۲ ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفة. بیروت. (س.ن) ۷: ۱۰۷
8. ما اشکل علینا اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قط فسألنا عائشة الاوجدنا عندها منه علماً. سنن الترمذی، حدیث نمبر ۳۸۱۸، ک: المناقب عن رسول الله، ب: من فضل عائشة
9. ابن سعد ، الطبقات الکبری. ۲۷: ۳۷۴
10. ابوالفلاح، الحنبلی، عبدالحی بن العماد (ت: ۱۰۸۹ ھ)، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب: ۱ :۶۳
11. ایضاً
12. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی (ت: ۸۵۲ ھ)، تهذیب التهذیب، دائرة

www.rahimia.org

المعارف النظامية، حيدر آباد، ۱۲ :۴۳۳، ۴۳۴

13. تهذيب التهذيب، ۱۲ :۴۳۵
14. اعلام النساء، ۳:۱۰۵، ۱۰۶
15. ابن القيم الجوزيه، شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد (ت: ۷۵۱ھ)، تجديد اسماء الصحابة، دار المعرفة الطباعة والنشر، بيروت، لبنان، ۲:۲۴۴
16. اعلام النساء، ۱ :۴۸
17. الذهبی، شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد، تجديد اسماء الصحابة، دار احياء التراث العربی، بيروت (س ن) ۱ :۱۱۷
18. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی (ت: ۸۵۲ھ)، الاصابة فی تميز الصحابة، دار احياء التراث العربی، بيروت (س ن) ۱ :۱۱۷
19۔ شبلی نعمانی، علامہ (ت:1914ھ)، الفاروق، اسلام بک ڈپو، میاں مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، 1997ء، ۱ : ۱۲
20۔ ایضاً:۳۵
21. الاصابة فی تميز الصحابة، ۱ :۴۶۶
22. ابن قتيبه، عبد الله بن مسلم، ابو محمد، كتاب عيون الاخبار، ۴:۲۹۰
23. الاصابة، ۴:۲۹۰
24. ابن حجاج، ابو عبد الله محمد بن محمد، المدخل، دار الحديث، القاهره، 1981ء، ۱ :۲۱۵
25. الطبقات الكبرى، ۸:۴۸۰
26. ابن خلكان، شمس الدين ابو العباس، احمد بن محمد (ت: ۶۸۱ ھ)، وفيات الاعيان وابناء الزمان،۵۷:۴۲۴

سالم بن ابی الجعدؒ، زيد بن اسلمؒ، شهر بن حوشبؒ، صفوان بن صفوانؒ، اسماعيل بن عبيد الله بن ابی المهاجرؒ، ابو حازم بن دينار المدينیؒ، طلحه بن عبد الله بن كريزؒ، عبد الله بن ابی زكرياؒ، عثمان بن حيان الدمشقیؒ، عطاء الكيخارانیؒ، مكحول شامیؒ، رجا بن حيوةؒ، ميمون بن مهرانؒ اور

www.rahimia.org

جیب بن ابی عمرۃؓ.

27. اعلام النساء، ۵: ۲۰۵

28. اعلام النساء، ۳: ۱۸

29. اعلام النساء، ۴: ۳۱

30۔ منہاج: حیثیت نسواں نمبر ششماہی مجلّہ، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ۲: ۹۵، ۹۶
(اس ضمن میں مزید تفصیل یہ ہے: مصر میں مدرسۃ العاشوریہ، عاشورہ بنت ساروخؒ نے بنوایا تھا، مدرسہ القبطیۃ شہزادی عصمت الدین بن الدادیؒ نے قائم کیا۔ دمشق میں بہت سے مدارس خواتین کے قائم کردہ ملتے ہیں، جن میں مدرسہ الصاحبیہ شہزادی رابعہ بن نجم الدینؒ، مدرسہ العذ ارویۃ، شہزادی بنت نور الدولہؒ، مدرسۃ الشامیۃ ابرامیۃ الجوانیۃ شہزادی صلت الشام بنت نجم الدنیؒ، مدرسہ الاتا بکیۃ خاتون بنت عز الدینؒ زوجہ الاشرف النبی اور ایک عام خاتون زوجہ شجاع الدین الدماغؒ کا قائم کردہ مدرسۃ الدماغیۃ مشہور ہیں۔ اس طرح ماہم بیگمؒ نے ایک مدرسہ دہلی میں خیر المنازل کے نام سے قائم کیا تھا۔)

31. لما کان یوم احد انہزم الناس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ولقد رأیت عائشۃؓ بنت ابی بکر و اُم سلیمؓ وانهما لمشمرتان، اریٰ خدم سوقهما تنقزان القرب علی متونهما تفرغانه فی افواه القوم ثم ترجعان فتملأنها ثم تجیئان فتفرغانها فی افواه القوم. صحیح البخاری، حدیث نمبر۳۷۵۷، ک:مغازی، ب:اذ همت طائفتان

32. ابن هشام، عبد الملک، السیرۃ النبویة، مطبع محمد علی مصری (س ن) ۸: ۸۴

33. ابن اثیر، عز الدین، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، المکتبة الاسلامیة، ریاض (س ن) ۵: ۵۹۰

34۔ شبلی، نعمانی، علامہ (ت: ۱۹۱۴ء)، سیرۃ النبی، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۵ء، ۱: ۲۴۹

35. اسد الغابة، ۵: ۴۹۳

36. ان اُم سُلَیمُ اتخذت یوم حنین خنجراً فکان معها فرآها ابو طلحۃؓ فقال یا رسول الله هذا ام سلیمؓ معها خنجر فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم ماهذا الخنجر قالت اتخذته ان دنا منی احد من المشرکین بقرت به بطنه

فجعل رسول الله يضحك. صحيح مسلم، حديث نمبر ٣٣٧٤، ك: الجهاد والسير، ب:غزوة النساء مع الرجال

37. اسد الغابة، ۵ :۵۷۷
38. اسد الغابة، ۵ :۳۹۸
39. كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعز و بام سُلَيم و نسوة من الانصار معه اذا غذا فيسقين الماء ويداوين الجرحى. صحيح مسلم، حديث نمبر ١٨١٠، ك: جهاد والسير، ب: غزوة النساء مع الرجال
40. سنن ابن ماجه، حديث نمبر ٢٨٥٦، ك: الجهاد، ب:العبيد والنساء يشهدون مع المسلمين
41. صحيح البخارى، حديث نمبر ٢٦٦٩، ك: جهاد والسير، ب:مداراة النساء الجرحى فى الغزوه
42. انها خرجت مع رسول اللهؐ فى غزوة خيبر سادس ست نسوة فبلغ رسول اللهؐ فبعث الينا فجئنا فرأينا فيه الغضب فقال مع من خرجتن و باذن من خرجتن فقلنا يارسول اللهؐ خرجنا نغزل الشعر و نعين به فى سبيل الله و معنا دواء الجرحى ونناول السهام ونسقى السويق فقال "قمن" حتى اذا فتح الله عليه خيبر و اسهم لنا كما اسهم للرجال. سنن ابى داؤد، حديث نمبر ٢٧٢٩، ك: الجهاد، ب: فى المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة
43. عن ابى حازم انه سمع سهل بن سعد وهو يسأل عن جرح رسول اللهؐ فقال اما والله انى لاعرف من كان يغسل جرح رسول اللهؐ ومن كان يسكب الماء وبما دووى قال كانت فاطمةؓ بنت رسول اللهؐ تغسله وعلى بن ابى طالبؓ يسكب الماء بالمجن فلما رأت فاطمةؓ ان الماء لايزيد الدم الا كثرة اخذت قطعه من حصير فاحرقتها و الصقتها فاستمسك الدم. صحيح البخارى، حديث نمبر ٣٧٦٥، ك: مغازى، ب:اصاب النبى من الجراح يوم احد
44. الاصابة فى تميز الصحابة، ۴ :۴۳۳
45. سیرۃ النبی، ۱:۲۲۴
46. دیکھئے! اعلام النساء، ۱ :۳۷۸ تا ۳۸۰

www.rahimia.org

47. اعلام النساء، ۱: ۲۸۱

48. سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۲۱۳۵، ک: الجهاد، ب: فی حرمة نساء المجاهدين على القاعدين. مسلم، حديث نمبر ۱۸۹۷

49. سنن الترمذی، حدیث نمبر ۱۵۷۹، ک: السير عن رسول اللهؐ، ب: ماجاء فی امان العبد والمرأة

50. مسند احمد، حدیث نمبر ۱۹۵۲، ک: باقی مسند الانصار، ب: حديث السيدة عائشة

51۔ حمید اللہ، ڈاکٹر (ت: 2002ء)، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، 1995ء، ص: ۲۶۵

52. صحيح مسلم، حديث نمبر ۱۴۸۳، ک: الطلاق، ب: جواز خروج المعتده.

53. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۱۹۵۲، ک: نکاح، ب: الغيرة

54. اسد الغابة، ۵: ۵۴۸

55. ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۷۰

56. ابن حجر، الاصابة فی تميز الصحابة، ۵: ۵۱۹

57۔ القرآن، ۶۰: ۱۲

58۔ القرآن، ۳۳: ۳۴

59. ابن اثیر، اسد الغابة، ۵: ۵۸۷

60. تذكار صحابيات، ص: ۳۶

61. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۰۳، ک: بدأ الوحی

62. صحيح البخاری، حدیث نمبر ۲۵۲۹، ک: الشروط، ب: الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط

63. صحيح البخاری، حدیث نمبر ۴۸۷۵، ک: الطلاق، ب: شفاعة النبی فی زوج بريرة

64. صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۴۴، ک: الصلوٰة، ب: الصلوٰة فی الثوب الواحد ملتحقا به

65. مسند البزار، ۱۷: ۲۰، حديث ۹۵۲۸

www.rahimia.org

66. قام عمر يدعو الناس الى الكف عن المبالغة و المغالاة فى المهور فقالت اليه المرأة وقالت ليس هذا لک يا عمر فانه تعالى يقول: "وآتيتم احدٰهن قنطاراً فلا تأخذوا منه شيأ" فقال اصابت امرأة واخطأ عمر. ابن حجر، فتح البارى، ۹: ۱٦۱

67. ابن كثير، عماد الدين، حافظ (ت: ۷۷۴ھ)، البدايه والنهايه. مكتبة المعارف، بيروت، لبنان. ط: ثالثه 1979ء ۷:۱۴۵

68۔ حمیدہ سلطان، رسالہ صبح، سہ ماہی، ابوالکلام آزاد نمبر 1970ء، پہلا شمارہ، ص:۱۳۵

69۔ عابدہ، سمیع الدین، ڈاکٹر، ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا حصہ، ادارہ تحقیقاتِ اردو، پٹنہ، 1990ء، ص:۱۱۸

70. The liberal tradition has generally taken for granted that the private world free of state interference is a non-political world and that women naturally find their place in this domain. Accordingly, women are located in a wholly marginal position in relation to the political and the public affairs While maintaining a strict conception of what should be and what should not be a public matter. David Meld, Model of Democracy. 3rd adition. Polity Press 65 Bridge Street Cambridge CB2. 1UR.UK

71. The relation between men and women was 'grounded on force' and, although some of its most 'atrocius features' have softened with time, 'the law of the strongest' has been enshrined in the law of the land. Ibid; p:88,89

72. W.W.W cawp-rutgers.eou / facts/office holds/cawpfs. htmle.

73. American women are still largely pigeonholed in ''pink collar jobs", such as secretaries, sales women and

restaurant attendants. W.W.W aaww- org/ about/news/ press-releaces/23.5.5 cfm

74. A much simpler, and more probable explanation is that universal male dominance stems not from social oppression but fundamental differences between the sexes. Daily Express (London) July 4,1977

75. Ibid

76۔ القرآن، ۹:۷۱

77. In the economic sphere women who work outside the home are haevily concentrated in the lowest paying work and having the lowest status. Women also earn less than men in the same kinds of jobs. The median pay of women workers in the U.S was 60 percent that of men in 1982. In Japan the percentage of average pay was 55. Politically, women are greatly underrepresented in national and local government and in political parties. Encyclopedia Britannica pp:c/732

78۔ القرآن، ۴:۳۲

79۔ القرآن، ۴:۳۴

80۔ محمد سرور، پروفیسر، افادات وملفوظات حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، سندھ ساگر اکادمی، ۲۰/۱۰ ریٹی گن روڈ، لاہور 1987ء، ص:۴۸۳

81۔ آزاد، ابو الکلام، مولانا (وفات:1958ء)، مسلمان عورت، مکتبہ جمال، اردو بازار، لاہور، 2001ء، ص:۹

☆

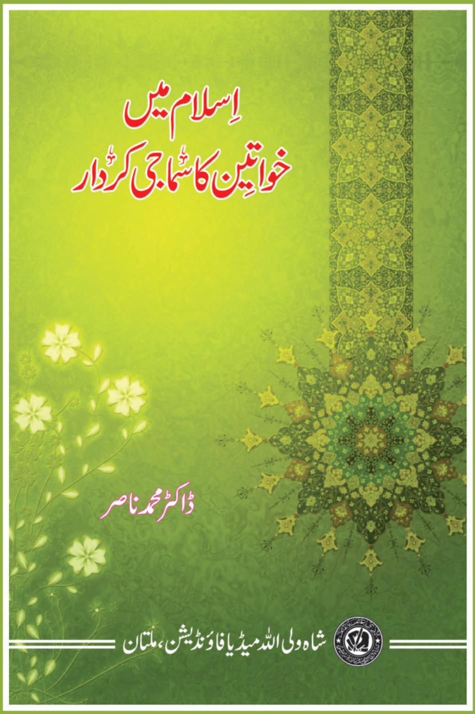

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان